میری عید اب تم ہو

سحرش فاطمہ

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

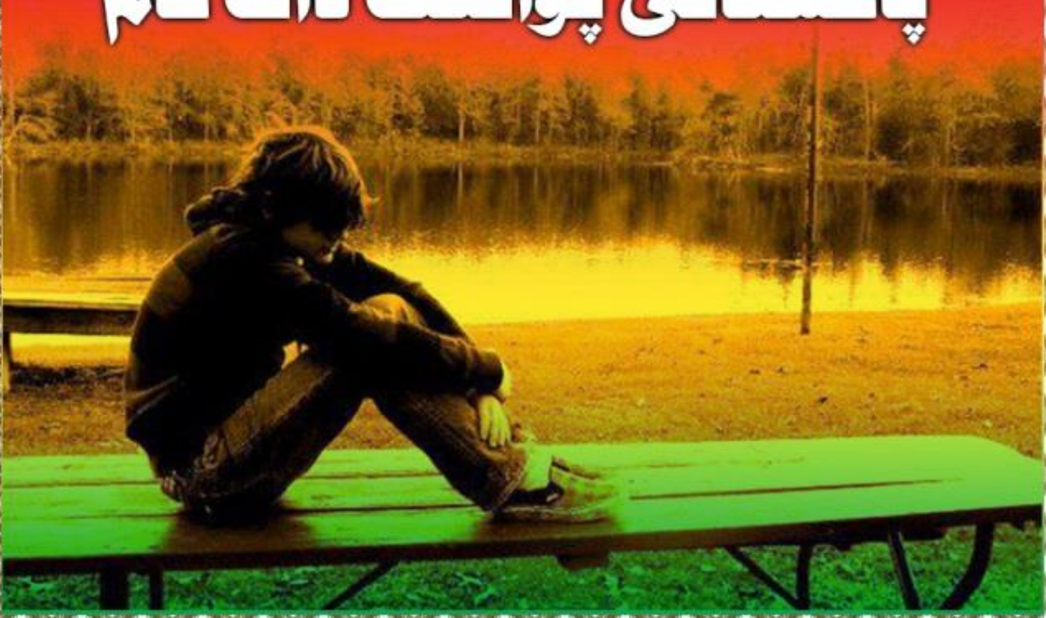

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

میری عید اب تم ہو

سحرش فاطمہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

میری عید اب تم ہو

کتابی شکل : پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود ناولز بالکل مفت ہیں۔اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ جو لوگ وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کرسکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کرلیں۔اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کرکے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔مزید معلومات کے لئے،

سپر موڈز: صبا گل، تتلی ، ٹیم لیڈر: ایم وائی صائم ، **مینجمنٹ: وقار یا ایکسٹو** سے رابطہ کریں، شکریہ

”عفان کے بچے اف جلدی کرو ناں کتنی دیر سے چڑھے ہوئے ہو۔“

’’ارے صبر کرو توڑ رہا ہوں ناں کیریاں اتنی کافی نہیں ہیں کیا؟“ عفان درخت پر چڑھا ہوا تھا اور نیچے عنیشہ کیریاں جمع کرتی جارہی تھی ساتھ ہی ساتھ اور توڑنے کا بھی حکم صادر کررہی تھی اسے ویسے بھی کچی کیریاں کھانے میں بہت مزا آتا تھا۔

’’اچھا اب جلدی کرو ناں اگر مالی بابا آگئے تو خیر نہیں ہماری، ویسے میری خیر ہے تمہاری ہمیشہ کی طرح خیر نہیں ہوگی۔“ اونچی سی پونی بنائے آم کے درخت پہ چڑھے عفان کو نیچے کھڑی عنیشہ نے چڑایا تو اوپر چڑھے عفان نے جھلا کر اُسے گھورا۔

’’عنیشہ کی بچی آئندہ مجھے کہنا کہ کیریاں توڑ کر دو پھر دیکھنا تم...‘‘ عفان نے بھی منہ پہ ہاتھ پھیر کر اُسے باور کروایا۔

’’اچھا ناں اب بس کرو اچھا وہ آخری والی تو توڑ لو مالی بابا نہ آجائیں، جلدی کرو ناں۔‘‘ عنیشہ نے منت سماجت کی۔

’’تم دونوں پھر باغ میں گھسے ہو؟ ٹھہر جاؤ اب تم لوگوں کی خیر نہیں۔ تمہاری شکایت اب تو پکی ہے... اوے لڑکے اترو نیچے۔‘‘ ڈنڈا اٹھائے مالی بابا کی آواز سنتے ہی عنیشہ کی سٹی گم ہوگئی جتنی کیریاں ہاتھ لگیں سر پٹ دوڑ گئی جبکہ عفان درخت پہ چڑھا دل ہی دل میں خود کو کوس رہا تھا کہ کیوں عنیشہ کی باتوں میں آگیا۔

’’اوئے میں کہہ رہا ہوں نیچے اترو، تمہاری ساتھی تو بھاگ گئی اب تمہاری خیر نہیں۔‘‘ مالی بابا نے ڈنڈا زمین پر مارتے ہوئے للکارا۔

یہ باغ عفان اور عنیشہ کے پڑوس والے گھر میں تھا لیکن گھر سے باہر تھا سب کی رسائی ہوسکتی تھی اس لیے چوکیدار اور مالی ہر وقت دیکھ بھال کے لیے ہوتے تھے لیکن باوجود اس کے عفان اور عنیشہ ایسے وقت پر آتے جب دونوں ہی موجود نہ ہوتے۔

’’دادو... دادو...‘‘ عنیشہ چلاتے ہوئے گھر پہنچی اور دادو کے کمرے میں گئی۔

’’دادو... عفان کو مالی بابا نے پکڑ لیا... اف میں تو وہاں سے بھاگ آئی اب عفان کا کیا ہو گا؟‘‘ پھولی سانس کے ساتھ ہانپتی چھوٹی سی عنیشہ کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں تھیں۔

’’آئے ہائے... عفان کا جو ہو گا سو ہو گا یہ بتاؤ آج کتنی کیریاں لائی ہو؟ جاؤ ذرا کچن سے مسالہ لے آؤ اور چُھری بھی۔‘‘ انہوں نے منہ میں پانی بھر کر اسے ہدایت نامہ جاری کیا۔دادو کو بھی شوق تھا ان سب چیزوں کا۔

’’کیا دادو... اس مالی بابا کے بچے نے عفی کو پکڑ لیا تو؟ اور امی ابو کو پتا چلا تو؟‘‘ عنیشہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

’’آئے ہائے تو کیا ہوا؟ پہلے بھی تو کئی بار ہوا ہے؟ تمہارے اماں باوا کو میں سنبھال لوں گی... جا جلدی جا اب۔‘‘ عنیشہ دادو کی بات مان کر دبے پاؤں کچن کی جانب جانے لگی۔

’’اے لڑکی!‘‘ پیچھے سے فریدہ کی آواز پر عنیشہ سانس روکے کھڑی ہوگئی۔

’’اپنی حرکتوں سے باز نہیں آنا تم نے؟‘‘ فریدہ کی غراتی ہوئی آواز آئی عنیشہ کا چہرہ خوف سے لال ہوگیا۔

’’عفان کہاں ہے؟ اور تم ایسے چوری چھپے کچن کی طرف کیوں جارہی ہو؟‘‘ ہاتھ ملتے ہوئے عنیشہ فریدہ کی جانب مڑی۔

’’وہ... چچی امی... وہ عفی... باہر گیا تھا آنے والا ہو گا۔‘‘ بمشکل تھوک نگلتے ہوئے عنیشہ نے جواب دیا۔ فریدہ نے ہاتھ سے اپنا چشمہ اوپر کیا جو ناک پر سے پھسل کر نیچے آرہا تھا۔

’’اچھے سے جانتی ہوں کہاں گیا ہو گا وہ اور تم اس وقت کچن میں کیوں جارہی ہو؟ پتا نہیں اس وقت کچن بند ہوتا ہے؟‘‘

’’ج... جی چچی امی وہ دادو نے‘‘ ...

’’آہا سمجھ گئی چلو ذرا میرے ساتھ۔‘‘ فریدہ نے اس کا کان موڑا اور کہا۔

’’آہ... چچی امی۔‘‘

’’چپ... دادو کے پاس چلو ذرا اب۔‘‘ دادو مزے سے اپنے تخت پر لیٹی ہوئی تھیں، آنکھوں پر بازو رکھے ہلکی سی آواز میں کچھ گنگنا رہی تھیں کہ دھڑ کی آواز سے وہ چونکیں۔

’’ہائے میں مر گئی... کیا کہیں دھماکہ تو نہیں ہوگیا۔‘‘ سانس بحال کرتے ہوئے دادو اٹھ بیٹھیں۔

’’آپ کے ہوتے ہوئے اور کوئی دھماکہ ہوسکتا ہے؟ اس دنیا میں جب تک آپ کا بھاری وجود موجود ہے ناں اور کوئی دھماکہ ہو ہی نہیں سکتا۔‘‘ فریدہ عنیشہ

کا کان پکڑے کھڑی تھی اور دوسرے ہاتھ کو نچا نچا کر اپنی ساس کو جواب دے رہی تھی۔

’’ارے اس بچی کا کان کیا جہیز میں لے کر آئی تھیں جو یوں موڑے رکھا ہے چھوڑ بھی دو اب۔‘‘ دادو کا دل لال ہوتے عنیشہ کے کان کو دیکھ کر دہل سا گیا۔

’’آپ بھی حد کرتی ہیں بچوں کے ساتھ بچی بنی رہتی ہیں‘ اپنی عمر دیکھیں اور حرکتیں؟ عفان کو آنے دیں اس کی بھی ٹھیک ٹھاک مرمت کروں گی آج تو...‘‘ فریدہ نے جھٹکے سے عنیشہ کا کان چھوڑا کہ اس کا پورا وجود ہی ہل کر رہ گیا۔

’’کیوں بچوں پر ظلم کرتی ہو؟ اور اب میری عمر کے پیچھے پڑ گئی ہو؟‘‘ ہنکارتے ہوئے دادو نے کہا جبکہ عنیشہ وہاں چپ چاپ دادو اور چچی امی کی کھٹ پھٹ سن کر دل ہی دل میں محظوظ ہورہی تھی۔

’’ظلم؟ اور جو آپ اس عمر میں یہ حرکتیں کررہی ہیں اس وجہ سے میرا عفان ایک دن لنگڑا ہوجائے گا یا اپاہج دیکھ لینا۔‘‘

’’اللہ نہ کرے چچی امی... ایسا تو نہ کہیں۔‘‘ عنیشہ نے جھٹ سے کہا۔

’’تم چپ کرو بی بی... آنے دو عفان کے ابو کو تم دونوں کی شامت نہ بلوائی تو میرا نام بدل دینا۔‘‘ فریدہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

’’چلو ٹھیک ہے اب تم جاؤ شامت کی تیاری پکڑو میں اور عنیشہ تمہارے لیے نیا نام سوچتے ہیں... آو عنیشہ یہاں۔‘‘ عنیشہ دادو کی بات سن کر فریدہ کے پاس سے کھسک کر دادو کے پاس آگئی اور فریدہ پیر پٹختی ہوئی عفان کو دیکھنے باہر چلی گئیں۔

’’دادو...‘‘ عنیشہ دادو کے پاس آکر انہیں بانہوں کے حلقے میں لے کر پیار سے بولی۔

’’میری جان ہے ناں تو اور عفان بھی دیکھ ذرا اپنی چچی کو موٹی کہیں کی خود کھا کھا کے پھٹ رہی ہے نہ پھر بھی ہمیں کچھ چٹ پٹا کھانے نہیں دیتی ہونہہ میرے بچوں کا اتا سا منہ نکل آیا ہے دیکھو تو اور میرا بھی اتا سا۔‘‘ دادو زندہ دل اور شوخ طبیعت کی تھیں تو ان پر مزید یہ ٹی وی کا اثر ہوا تھا اور آج کل کے جدید طریقے سے بات کرنا نئے نئے عجیب وغریب الفاظ بھی انہی غیر ملکی ٹی وی شوز سے سیکھے اور انہیں پھر اپنے جملوں میں فٹ بھی کرتیں تھیں۔عنیشہ ان کی بات سن کر ہنس پڑی اور دادو کے دل کو جیسے ٹھارس مل گئی تھی۔

...☆☆☆...

پرانے طرز کا بنا یہ بنگلہ جو دو مرلے کا تھا۔جس کا نام اس کے بنانے والے نے اپنی زوجہ کے نام پر رکھا یعنی ’’جنت وِلا۔‘‘ اور پھر بچوں کی شادیاں کروا کر خود

جنت جانے کی تیاری میں لگ گئے جنت بی بی کے مرحوم شوہر دانش قیوم نے زمین زوجہ کے نام کردی تھی اور بچے جو شادی شدہ تھے ان میں دو بیٹے۔احمر اور روحیل تھے جبکہ بیٹی ایک ہی تھی اور دونوں میاں بیوی کے باہم مشورے سے اس اکلوتی رحمت کا نام رحمت دانش رکھا گیا اس طرح تین بچوں سمیت یہ گھر ہر دن ہنگامے میں مشغول رہتا جنت بی بی کو باغبانی سے لگاؤ تھا تو دانش صاحب نے باغ بھی بنوادیا تھا۔

یوں احمر اور روحیل کی شادی کے بعد دانش صاحب تو دنیا سے کوچ کر گئے جب کہ رحمت نکاح شدہ تھیں اور دونوں بھائیوں نے مل کر اسے بھی رخصت کیا جس پر احمر کی بیوی ثناء اور روحیل کی بیوی فریدہ کو پانی کی طرح بہتا پیسہ اڑاتے ہوئے شوہر برے لگ رہے تھے۔اوپر والے پورشن میں روحیل جب کہ نچلے پورشن میں جنت بی بی کے ساتھ احمر اور ثناء رہتے تھے۔

چونکہ احمر اور روحیل کی شادی ساتھ ہوئی تھی ان دونوں کی اولادیں بھی ایک ہی وقت دنیا میں تشریف لائیں احمر کے ہاں بیٹی جب کہ روحیل کے ہاں بیٹا ہوا ان کے والد دانش صاحب کے جانے کے بعد اور رحمت کی رخصتی کے بعد یہ پہلا خوشی کا موقع تھا بہت شاندار طریقے سے عقیقہ کیا' تب پیسہ بہانا یا اڑانا دونوں بیویوں کو برا نہیں لگا۔

نام رکھنے کی باری آئی تو دونوں ماؤں نے اپنی مرضی سے نام رکھ کر بس جنت بی بی کے گوش گزار کردیا وہ بھی بس اسی میں خوش ہوگئیں کہ نام جو بھی ہو اب کھیلنے والے بچے آگئے تھے اُن کی گود میں... جیسا کہ جنت بی بی بچوں کے ساتھ ہی ہوتی تھیں اور کچھ اپنی بھی طبیعت و مزاج کی وجہ سے بچوں کے ساتھ بچی سی بن جاتی تھیں جس کی وجہ سے اکثر بچے ڈانٹ بھی کھاتے لیکن اپنی دادو کی خاطر وہ یہ برداشت کرجاتے پھر دادو کے پہلو سے لگ کر خوب ہنسی مذاق کرتے۔۔۔
رحمت کے ہاں ۲ سالوں بعد اولاد ہوئی اور وہ بھی جڑواں بچے جس میں ایک بیٹا تھا اور ایک بیٹی۔عبدالرافع اور رافعہ۔ایک جیسے نام رکھنے سے دونوں کا مذاق اڑتا رہتا تھا اُن کا نام اُن کے دادا دادی نے رکھا تھا اور مزید یہ کہ چھوٹے بھی تھے تو ہمیشہ عنیشہ اور عفان کے مذاق و تنقید کی زد میں رہتے تھے۔

...☆☆☆...

عفان درخت کی موٹی ٹہنی سے لٹکا ہوا تھا اور نیچے مالی بابا اسی موٹے سے ڈنڈے سے نیچے اتارنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ فریدہ وہاں پہنچ گئیں۔
’’عفان میرے بچے، اف میرے اللہ... نیچے اتارو کوئی اسے کہیں گر نہ جائے۔ہائے میرا بچہ۔‘‘ فریدہ مگرمچھ کے آنسو بہانا شروع ہوگئی۔

’ ’باجی یہ بچہ اور اس کے ساتھ ایک وہ بچہ آکر یہ دیکھیں کیریاں توڑ رہے تھے میں اب چھوڑوں گا نہیں۔“ مالی بابا بھی جیسے تاڑ میں تھے کہ بس اب قصہ تمام کر گزرنا ہے۔

’ ’بیڑا غیرق ہو تمہارا‘ میرے بچے کو ہاتھ تو لگا کر دکھاؤ... کیریوں کی وجہ سے مارو گے چھوٹے بچے کو شرم نہیں آتی؟“ فریدہ نے بانہیں چڑھاتے ہوئے غصے سے کہا۔

’ ’باجی لیکن آپ ‘ ‘ ...

’ ’چپ... ایک الفاظ نہیں اتارو میرے بچے کو نیچے۔“ فریدہ کی بات سن کر مالی بابا نے عفان کو نیچے سہارا دے کر اتارا۔

’ ’آئندہ ہاتھ بھی لگایا ناں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔“ یہ کہہ کر عفان کو بازو سے کھینچتے ہوئے وہ گھر لے آئیں۔

’ ’نالائق کہیں کے‘ تم اور تمہاری وہ چچی تم دونوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آنے دو روحیل کو تمہارے صحیح والی کلاس لگوا کر ہی دم لوں گی۔ ماں باپ نے اپنی بیٹی کو ڈھیل دی ہوئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرا بیٹا بھی بگڑ جائے۔“

’ ’امی وہ تو ‘ ‘ ...

’’ایک دم چپ... جاؤ اپنے کمرے میں۔وہ دونوں میاں بیوی کام پر جاتے ہیں اور اپنا عذاب میرے اوپر مسلط کر جاتے ہیں نوکرانی ہوں ناں میں جیسے سب کی۔‘‘

’’امی پتا نہیں کیا کیا بولتی رہتی ہیں آپ بھی۔‘‘ عفان کو یہ سب تقریباً ہر دوسرے تیسرے دن سننا پڑتا تھا۔

’’تم سے کہا ناں جاؤ یہاں سے۔‘‘ فریدہ نے پھنکارتے ہوئے کہا اور عفان اپنے کمرے کی طرف جانے لگا جب کہ اس کا بے حد دل کر رہا تھا دادو کے پاس جانے کو۔

...☆☆☆...

شام کے وقت تینوں لاؤنج میں موجود تھے اور فریدہ کا موڈ بھانپ چکے تھے اس لیے اشاروں میں ہی ایک دوسرے کو سمجھا دیا تھا۔فریدہ بھی کچن میں برتن کی اٹھا پٹخ میں مصروف تھی۔جیسے ہی چائے اور دیگر لوازمات لے کر آئی صوفہ پر بیٹھتے ہی دانت پیس کر بولی۔

’’میں کہہ دیتی ہوں کوئی نوکرانی نہیں کسی کی، اپنے بچوں کو خود سنبھالنا چاہیے نہ کہ دوسرے کے اوپر تھوپ دیا جائے... ہونہہ۔‘‘

’’کیا بات ہے بھابی سب خیر ہے ناں؟‘‘ احمر نے چائے کی چسکی بھرتے ہوئے پوچھا۔

’’بھائی صاحب آپ کی لاڈو کی وجہ سے میرا بیٹا مار کھاتا ہے، میرا دل کیسا دکھتا ہوگا جب کوئی بلاوجہ اسے مارے یا ڈانٹے؟‘‘

’’ہاں... پر بات کیا ہے یہ تو پتا چلے۔‘‘ روحیل نے اب کی بار پوچھا۔

’’کیا ہوا؟‘‘ فریدہ بھڑک ہی اٹھی۔

’’عفان آپ کی ماں اور بھتیجی کی ہی بات سنتا ہے ماں کی نہیں سنتا، حرکتیں بھتیجی صاحبہ کرتی ہیں اور پھنس میرا بیٹا جاتا ہے لیکن دوسروں کو تو پروا ہی نہیں ہے وہ تو مزے سے سارا دن دفتر میں اے سی میں بیٹھے رہتے ہیں اور میں یہاں گرمی میں سڑ رہی ہوتی ہوں۔‘‘ یہ بات خالصتاً ثناء کے گوش گزار کی گئی تھی۔

’’کیا ہو گیا ہے ایسا‘ اور کیا کردیا ہے میری بیٹی نے؟ میری بیٹی اگر کچھ کرتی بھی ہے تو اکیلے نہیں آپ کے بیٹے کے ساتھ کرتی ہے، اللہ خیر کرے میری بیٹی نے آج تک آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کی، ہمیشہ ہنستی کھیلتی بچی ملی ہے پر اب تو ایسا گمان ہورہا ہے کہ آپ کہیں اس سے ناروا سلوک تو نہیں کرتیں؟‘‘ احمر کو ثناء کی بات پر لگا اب کہیں مک مکا نہ ہوجائے اس نے فوراً بات کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

''بھابی آپ اچھے سے جانتی ہیں ثناء کیوں جاب کررہی ہے لیکن اگر آپ کو یہ بات کھٹک رہی ہے تو ثناء اب سے جاب نہیں کرے گی بلکہ وہ اب عنیشہ کی ہی پوری ذمے داری لے گی اور آپ کا ہاتھ بھی بٹایا کرے گی گھر کے کاموں میں، کیوں ٹھیک ہے ناں روحیل؟''

''اب میرا یہ مطلب بھی نہیں تھا۔میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ اپنی بیٹی کو سمجھایا کرو۔اس کی وجہ سے میرا بیٹا نہ بگڑ جائے، باقی بھلے سے کام وام کرتے رہو دونوں۔'' یہ فریدہ ہی تھی جس نے ثناء کو مشورہ دیا تھا کام کرنے کا کیونکہ احمر کا کسی پراجیکٹ میں بہت بڑا نقصان ہوا تھا حالانکہ زمینوں سے پیسے آتے تھے لیکن احمر کو یہ گوارہ نہ تھا کہ وہ چند روپے جو جنت بی بی کو ملتے ہیں وہ بھی لے لیے جائیں اس لیے ثناء نے ساتھ دینے کی کوشش کی اور فریدہ کو بھی آزادی مل گئی تھی دن بھر وہ جیسے چاہے کھائے پیئے پکائے کچن کا سارا نظام وہ اکیلے ہی دیکھ رہی تھی اب ایسے کیسے ثناء کی مداخلت برداشت کرتی؟

اُس دن کے بعد سے عفان کم کم ہی دادو کے پاس جاتا لیکن جاتا ضرور تھا، عنیشہ کو بھی ثناء نے سمجھایا تھا جس وجہ سے اب وہ زیادہ تر دادو کے پاس ہی پائی جاتی تھی۔

''دادو... رحمت بی کب آئیں گی؟'' رحمت دوسرے شہر میں بس گئی تھی پہلے ایک ہی شہر میں تھے تو ہر ہفتے گھر میں میلہ لگا رہتا تھا پر جب سے وہ دوسرے شہر گئی تب سے آنا کم ہوگیا تھا۔

''پتا نہیں۔اب تو مجھے بھی اس کی یاد ستا رہی ہے۔پتا نہیں آخری دفعہ بات بھی کب ہوئی تھی۔'' دادو رحمت کو یاد کرتے ہوئے افسردہ ہونے لگیں۔

''ارے دادو کیا ہوا؟ اچھا اب پلیز اداس نہ ہوں، میں فون کرتی ہوں پھر آپ کو بتاتی ہوں۔'' عنیشہ کی بات پر جنت بی بی کھل سی اٹھیں۔

''جیتی رہ پتری... ورنہ فریدہ کا بس چلے میری بیٹی یہاں آئے ہی ناں، اس کی بیٹی ہوتی تو میں پوچھتی اس سے۔'' ہنکارا بھرتے ہوئے جنت بی بی نے کہا۔

''دادو اب بس ناں میں جاتی ہوں باہر اور فون کرکے خیر خیریت لیتی ہوں ٹھیک ہے ناں؟'' سر ہلاتی ہوئی عنیشہ باہر آگئی۔

''رحمت بی کا نمبر کہاں لکھا ہوا ہے؟'' خود کلامی کرتے ہوئے وہ فون ٹرالی میں رکھی ایک ایک ڈائری کو دیکھ رہی تھی تو کچھ کاغذات فرش پر گر گئے جس کا اسے پتا ہی نہیں چلا۔

''مل گیا رحمت بی کا نمبر...'' عنیشہ نے رحمت بی کا نمبر ڈائل کیا۔

''ہیلو کون بات کررہا ہے؟'' عنیشہ نے نہ سلام نہ خیرت فوراً سوال کر ڈالا۔

''عبدالرافع بات کررہا ہوں۔'' سامنے سے فون پر آواز آئی۔

''اوہو میلے چھوٹے سے بھائی نے فون اٹھایا ہے۔کیسے ہو؟ میں ہوں تمہارے عنیشہ آپی۔''

''اوہ کیسی ہیں آپ آپی؟'' عبدالرافع بھلے عمر میں چھوٹا تھا لیکن عنیشہ کا رعب تھا جس کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ آپی کہتا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں رافعہ بچے تم بتاؤ۔'' عنیشہ نے چھیڑا تھا اُسے۔

''آپی میں عبدالرافع بات کررہا ہوں رافعہ نہیں۔'' عبدالرافع زچ ہوا۔

''اوہو سوری یار کیا کروں تم دونوں کے نام بھی تو ایک جیسے ہیں ناں بس میں بھول جاتی ہوں۔'' عنیشہ اس بات پر ہنسنے لگی۔

''اچھا آپ کو کوئی کام ہے یا ایسے ہی فون کیا ہے؟'' عبدالرافع نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا۔

''مجھے تو رحمت بی سے بات کرنی تھی خوامخواہ تم نے فون اٹھا لیا اب چلو آپی کی بات مانو اور رحمت بی کو فون دو۔''

''اف ایک تو یہ آپی بھی ناں۔'' عبدالرافع بڑبڑایا۔

''کچھ کہا تم نے؟''

''نہیں... نہیں اچھا میں امی کو بلاتا ہوں۔'' یہ کہہ فون ہولڈ پر رکھ کر رافع اپنی جگہ سے ہٹا، وہ رحمت بی کے پاس جا ہی رہا تھا کہ اچانک اس کے دماغ میں بات آئی اور فون ہولڈ پر رکھ کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔عنیشہ کان پر کریڈل رکھے انتظار کرتی رہ گئی۔کافی دیر تک کوئی آیا نہیں اور وہ ہیلو ہیلو کرتی رہی۔

''یہ کیا حال کر رکھا ہے؟ اور اس وقت کس سے کانا پوسی ہورہی ہے؟'' فریدہ نے ٹرالی کے ارد گرد کاغذات بکھریے ہوئے دیکھے تو ڈپٹا۔

''وہ... چچی امی وہ... رحمت بی کو فون کیا ہے۔'' عنیشہ نے بمشکل بات پوری کی۔

''رحمت بی سے بات کرنے کا کون سا چسکا چڑھا ہے جو ہر چیز بکھیر کے رکھ دی' کون سمیٹے گا یہ سب' ہاں تمہاری ماں؟'' فریدہ کا جلالی روپ وہ اچھے سے جانتی تھی لیکن اس وقت کچھ زیادہ ہی خوف کھا رہی تھی۔

''اور رحمت بی سے کون سی باتیں ہورہی ہیں ذرا میں بھی تو سنوں؟'' فریدہ نے کریڈل عنیشہ سے جھپٹا۔

''ہیلو... ہیلو... کوئی فون پر ہے ہی نہیں۔''

''مجھے کسی کی آواز نہیں آرہی... اے لڑکی شرافت سے بتاؤ کس سے بات کررہی تھیں؟'' فریدہ نے زور سے عنیشہ کا بازو پکڑا۔

’’میں سچ کہہ رہی ہوں چچی امی... دادو نے کہا تھا رحمت بی سے بات کرنے کے لیے اور عبدالرافع نے ہولڈ کروایا تھا۔‘‘

’’جھوٹ بولتی ہو، اگر رحمت بی کو فون ملایا تھا تو کوئی بات کیوں نہیں کررہا فون پر ہاں؟‘‘

’’نہیں میں سچی کہہ رہی ہوں۔‘‘ عنیشہ کو تکلیف ہورہی تھی لیکن فریدہ نے پروا نہیں کی۔

’’یہ کرتوت ہیں تمہارے؟ دادو کے ساتھ ٹی وی پر نجانے کیا کیا دیکھتی رہتی ہو، میں بھی ان سب چیزوں سے واقف ہوں آئی سمجھ‘ عمر دیکھو اپنی اور حرکتیں تو دیکھو۔‘‘ فریدہ عنیشہ کو باتیں سنا رہی تھی جبکہ جنت بی بی کمرے میں تھیں، فریدہ کے چلانے پر وہ اٹھیں اور باہر آنے کے لیے چھڑی پکڑ کر چلنے لگیں۔

’’عمر دیکھی ہے اپنی؟‘‘ فریدہ نے آنکھیں دکھائیں۔

’’چچی... میں سچ کہہ رہی ہوں۔‘‘ عنیشہ کی روتے ہوئے ہچکیاں سی بندھ گئی تھیں۔

’’کیا ہوگیا ہے... کیوں چلا رہی ہے تو فریدہ؟‘‘ جنت بی بی جیسے ہی پہنچیں عنیشہ نے بلند آواز سے زار وقطار رونا شروع کردیا۔

’’کیا ہوا ہے عنیشہ... کیا ہوا میری بچی کو؟‘‘

’’میں کہتی تھی ناں یہ بچی بگڑی ہوئی ہے، میرے بیٹے کو بھی بگاڑ سکتی ہے لیکن پتا ہے آپ کو یہ آپ کی وجہ سے بگڑی ہے، دیکھیں کیسے میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔‘‘ فریدہ جو دل آئے بولے جارہی تھی یہ بھی نہیں سوچ رہی تھی کہ عنیشہ چھوٹی ہے اس میں ان باتوں کی عقل سمجھ نہیں۔

’’آئے ہائے کیا بولے جارہی ہو بہو؟‘‘ جنت بی بی کا دل دہل سا گیا۔

’’یہ دیکھیں پتا نہیں کس سے بات کررہی تھی اس وقت اور جب میں نے فون لیا تو سامنے سے خاموشی تھی کیا مطلب ہوا اس بات کا؟‘‘ فریدہ نے گھور کر عنیشہ کو دیکھا۔

’’کیا جھلی ہوگئی ہو؟ اِسے تو میں نے کہا تھا رحمت سے بات کرنے کو۔‘‘ اس بات پر عنیشہ نے فریدہ کو دیکھا لیکن اُس نے بڑی مہارت سے بنا گڑبڑائے ہاتھ فضا میں لہرا کر کہا۔

’’ہاں کہا ہو گا لیکن فون پر رحمت بی تو نہیں تھی۔‘‘

’’اچھا دوبارہ فون کرکے دیکھو ناں کیا پتا واقعی رحمت ہی ہو۔‘‘

’’مجھ سے بحث نہ کریں میں اچھے سے جانتی ہوں آپ اپنی لاڈو کو بچانے کی خاطر بول رہی ہیں۔‘‘ فریدہ جی بھر کے بھڑاس نکالنے کے ارادے سے یہ

سب بول رہی تھی جبکہ عنیشہ والی بات جنت بی بی نے بھی کہی لیکن وہ فریدہ ہی کیا جو مان جائے۔

''تم کیوں اس معصوم کے پیچھے پڑی رہتی ہو؟ میں کہہ رہی ہوں ناں ایسی کوئی بات نہیں۔'' جنت بی بی نے عنیشہ کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''تو ٹھیک ہے میں ابھی فون کیئے دیتی ہوں رحمت بی کو سب پتا چل جائے گا۔'' فریدہ نے کہا اور جنت بی نے اثبات میں سر ہلایا جس کے نتیجے میں فریدہ نے دوبارہ نمبر ملایا۔

پہلے پہل تو نمبر مصروف گزرا لیکن پھر کچھ دیر بعد ملایا تو رحمت بی نے ہی فون اٹھایا۔

''کیا ابھی کچھ دیر پہلے عنیشہ نے فون کیا تھا؟'' فریدہ نے اسپیکر آن کردیا تھا۔

''نہیں تو بھابی کوئی فون نہیں آیا۔ کیوں خیر ہے ناں... اماں تو ٹھیک ہیں ناں؟''

''چچی امی فون عبدالرافع نے اٹھایا تھا۔'' عنیشہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

''اچھا رحمت بی ذرا عبدالرافع سے پوچھو کیا پتا اس نے فون ریسیو کیا ہو۔''

''اچھا بلاتی ہوں اسے۔'' رحمت بی نے عبدالرافع کو آواز لگائی اور فون اسے تھما دیا۔

''عبدالرافع کیا عنیشہ نے فون کیا تھا؟''

''نہیں تو عنیشہ آپی نے تو کوئی فون نہیں کیا تھا کیوں مامی؟'' عبدالرافع نے صفائی سے جھوٹ بولا۔اس نے محض بدلے کی وجہ سے دانستاً ایک مذاق کیا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اُس کے اِس جواب کے بدلے میں عنیشہ کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے۔فریدہ خونخوار نظروں سے عنیشہ کو دیکھ رہی تھی اور وہ دادو سے لپٹ گئی تھی۔

اس واقعے کے بعد دونوں بہوؤں کی آپس میں ان بن ہی رہی۔عنیشہ کا معصوم ذہن اس بات کو دماغ سے نکال ہی نہیں رہا تھا کہ عبدالرافع کی وجہ سے وہ مشکوک بن گئی تھی جس کا عبدالرافع کو اندازہ ہی نہیں تھا۔عنیشہ کے ماں باپ اچھے سے جانتے تھے سمجھتے تھے عنیشہ ایسا نہیں کر سکتی جبکہ جنت بی بی بھی عنیشہ کی وجہ سے پریشان تھیں۔عفان کو باز رکھا گیا کہ وہ عنیشہ سے دور رہا کرے اسے بارہا سمجھایا گیا کہ وہ لڑکی ہے اب اس کے ساتھ نہ کھیلا کرے نہ بیٹھا کرے، بچپن کا سنگ یوں پل بھر میں تو ختم نہیں ہو سکتا تھا۔رحمت بی بی اُس واقعے کے کافی دن بعد بمع عبدالرافع اور رافعہ کے جنت وِلا میں رہنے آئی تھیں۔

عنیشہ کو شدید دھچکا لگا عبدالرافع کے جھوٹ پر جو کہ عبدالرافع بھی اچھے سے جانتا تھا لیکن ایسے بن رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔رحمت بی کو دیکھ کو جنت بی بی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں وہیں فریدہ کا افشارِ خون بڑھے جارہا تھا حالانکہ ثناء نے ایک ہفتے کی چھٹی لی تھی دفتر سے کہ وہ عنیشہ کے ساتھ رہ سکیں اور رحمت بی کے آنے سے فریدہ کی مدد بھی کرسکیں لیکن باوجود اس کوشش کے وہ فریدہ ہی کیا جو خوش ہوتی؟

عنیشہ مزاج کی چلبلی تھی لیکن فقط اس ایک بات کی وجہ سے وہ فریدہ ہی کیا عفان سے بھی دور رہنے لگی تھی اس بات کا عفان کو اندازہ تو نہیں تھا لیکن فریدہ نے اسے بھی جو سمجھایا تھا اُس وجہ سے وہ بھی کم کم ہی عنیشہ سے بات کرتا جبکہ دونوں ایک ہی اسکول میں ایک ہی کلاس میں تھے اور ان دونوں کی شرارتوں سے کوئی اسٹوڈنٹ تو کیا استاد بھی بچ نہیں پاتا تھا۔

''تم نے نوٹ کیا عبدالرافع ؟ آپی بہت چپ چپ سی رہنے لگی ہیں؟''

رافعہ کی بات پر عبدالرافع نے بھنویں سکیڑیں۔

''کس نے کہہ دیا؟ اور اسے آپی تو نہ کہو، بس ایک دو سال ہی تو بڑی ہے کون سا دس سال بڑی ہے جو آپی بنا دیا؟''

''بڑی تو ہے ناں؟ ہاں اس معاملے میں عفان اچھے ہیں۔کہتے ہیں آپ کہہ لو لیکن بھائی کا دم چھلا نہیں لگانا نہیں بولنا۔'' رافعہ نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔

''ہاں عفان پھر بھی صحیح کہتا ہے لیکن اس عنیشہ کی تو...'' عبدالرافع کا غصہ رافعہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' عبدالرافع نے مٹھیاں بھینچیں۔

''کچھ نہیں... میں ذرا عنیشہ کے پاس جارہا ہوں۔تم میرے پیچھے مت آنا۔ سمجھیں؟'' عبدالرافع کا انداز ایسا تھا کہ فقط سر ہلانے پر ہی رافعہ نے اکتفا کیا۔

...☆☆☆...

مارچ کے اواخر کے دن تھے جب موسمِ بہار کی وجہ سے پھولوں پر بہار تھی دل کرتا انہیں توڑ کر محفوظ کرلیا جائے لیکن ہائے یہ پھول بھی ناں جب تک اپنی ٹہنی سے جڑے ہوتے ہیں ان میں جان رہتی ہے جیسے ہی انہیں توڑ کر ان کی شاخ سے جدا کرلیا جائے یہ مرجھا جاتے ہیں۔ان کو جو پیار، محبت اپنی شاخ سے ملتا ہے وہ توڑ کر کسی کو دینے میں وہ خوشی نہیں ملتی ہوگی۔جنت بی بی کے باغبانی کے شوق کی وجہ سے عنیشہ کا کافی وقت بھی اس باغ میں رنگ برنگے پھولوں کے بیچ گزرتا تھا۔کبھی عنیشہ کو بھی شوق تھا وہ پھول توڑ لیا کرتی تھی لیکن جب پھول

مرجھا جاتا وہ بھی اداس ہوجاتی تب سے اس نے یہی فیصلہ کیا اب وہ صرف ان کا خیال رکھے گی کبھی توڑے گی نہیں۔

عبدالرافع گیلی گھاس پر چپل پہنے گھسڑ گھسڑ چل کر عنیشہ کے پاس آیا۔

''کیا کررہی ہو؟'' وہ جو پھولوں کو انہماک سے دیکھ رہی تھی عبدالرافع کا آنا اسے ڈرا گیا۔

''اف عبدالرافع کے بچے... ڈرا دیا۔'' عنیشہ کا دھیان پھولوں کی طرف جو تھا۔

''اچھا تو تم ڈرتی بھی ہو؟'' عبدالرافع طنزیہ مسکرایا۔

''ہاں لیکن تم سے نہیں۔'' منہ بسورتے ہوئے وہ واپس پھولوں کی طرف پلٹی۔

''ہاں ہاں پتا ہے۔ویسے اکیلی یہاں کیا کررہی ہو؟''

''تم سے مطلب؟ تمہیں بتاؤں گی پھر تم سے پوچھا جائے گا تو تم جھوٹ بولوگے کہ نہیں عنیشہ سے تو میری بات ہی نہیں ہوئی بلکہ نہیں عنیشہ آپی سے۔'' آپی لفظ پر عنیشہ نے زور دے کر کہا۔

''کیا اس بات کی وجہ سے اب تک ناراض ہو؟'' عبدالرافع کو وہ فون کال یاد آگئی تھی۔

''ناراض... تم ایک نمبر کے جھوٹے ہو عبدالرافع۔ چچی امی کے سامنے تم نے مجھے جھوٹا بنادیا۔'' وہ جو پھولوں کو شہادت کی انگلی سے چھو کر ان کی نرمی محسوس کررہی تھی اچانک اس کی انگلی میں کانٹا چبھ گیا۔

''آہ'' ...

''یہ کیا؟ کانٹا چبھ گیا۔ کہاں رہتا ہے تمہارا دھیان؟'' عبدالرافع نے اس کی انگلی پکڑی خون اپنی انگلی سے صاف کرنے لگا۔''درد ہورہا ہوگا ناں؟'' عبدالرافع نے اپنی شرٹ کو کھینچا اور عنیشہ کی انگلی پر رکھ دیا۔

''یہ کیا کررہے ہو؟'' عنیشہ کو سمجھ نہیں آیا۔

''خون روک رہا ہوں اور کیا؟''

''اس تکلیف اور خون کا احساس ہورہا ہے تمہیں؟ تو تب کیوں نہیں ہوا جب چچی امی نے فون کیا تھا میرے حوالے سے؟'' عنیشہ نے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔

''عنیشہ اب معاف کردو یار ٹھیک ہے ہوگئی غلطی۔ تم بھی تو مجھے چھیڑتی رہتی ہو میں کیا اب یہ بھی نہیں کرسکتا؟'' عبدالرافع نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا خون اب رک گیا تھا۔

’’نہیں کبھی معاف نہیں کروں گی... اور بہتر ہو گا تم مجھے آپ کہو اور آپی بھی کتنی دفعہ کہا ہے بڑی ہوں میں تم سے... سمجھ نہیں آتی؟‘‘

’’یہ تمہاری جو حاکمانہ فطرت ہے ناں اپنے کسی چمچے کے لیے رکھنا، میرے لیے نہیں‘ بڑی ہو گی اپنے گھر کی‘ میں کبھی بھی تمہیں آپی نہیں کہوں گا۔‘‘

دونوں کی عمریں چھوٹی ضرور تھیں اور یہ ان کا لڑنا جھگڑنا اسی زمرے میں آتا تھا۔

’’تم... تم مجھے آپی نہیں کہو گے؟‘‘ عنیشہ نے اسے دھکا دینا شروع کیا لیکن چونکہ عبدالرافع لڑکا تھا جسامت میں عنیشہ سے زیادہ طاقت ور تھا اس لیے مضبوطی سے اپنے قدم جمائے کھڑے رہا۔

’’ہاں نہیں کہوں گا آپی دھاپی تمہیں۔‘‘ عبدالرافع نے بھی دوبدو جواب دیا۔ عنیشہ نے ناک پھلا کر بھنویں سکیڑیں اور جان لگا کر اسے دھکا دیا لیکن عبدالرافع نے اسی کا ہاتھ پکڑ لیا جس کے نتیجے میں دونوں ہی گیلی گھاس پر گر گئے۔

’’تم نے مجھے گرا دیا بدتمیز۔‘‘ عنیشہ نے خونخوار نظروں سے عبدالرافع کو دیکھا جو ہنسے جارہا تھا۔

’’ہاں تو تم مجھے گرانا چاہ رہی تھیں دیکھ لو تم خود گر گئیں۔‘‘ عبدالرافع کی ہنسی رک ہی نہیں رہی تھی۔

’’میرے کپڑے بھی خراب کردیئے ناں۔‘‘

’’اچھا جی۔ویسے بھی کون سا اچھی ہو تم جو اب کپڑے خراب ہونے کی فکر لگ گئی؟‘‘

’’تم... تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو ہاں؟‘‘

’’کیا ہورہا ہے؟‘‘ ابھی وہ دونوں لڑ ہی رہے تھے کہ فریدہ کی آواز آئی۔

’’اف میرے خدا چچی امی آگئیں اب پھر سے کہیں وہ نہ ڈانٹیں۔‘‘

’’تم اتنا ڈرتی کیوں ہو مامی سے وہ کوئی جن تھوڑی نہ ہیں جو کھا جائیں گی؟‘‘ عبدالرافع کی کھی کھی ہی بند نہیں ہورہی تھی۔

’’صبر کر جاؤ چچی امی کو تم جانتے کہاں ہو ابھی۔‘‘

’’کیا کررہے ہو تم دونوں یہاں؟ اور یہ کیا کیا ہے اپنے کپڑوں کے ساتھ؟‘‘ فریدہ کا وہی انداز جس سے عنیشہ کی جان جاتی تھی۔

’’چچی امی وہ ہم گر گئے تھے اس لیے۔‘‘ عنیشہ نے بتایا۔

’’گر گئے تھے‘ وہ بھی ایک ساتھ... سچ بتاؤ کیا چل رہا تھا یہاں؟‘‘ فریدہ کا انداز وہی تھا فون والی بات جیسا۔

''مامی کچھ نہیں ہم دونوں کی لڑائی ہوئی ہے ہم دونوں ہی اس بات کو سلجھا لیں گے آپ عنیشہ کو ڈانٹیں تو نہیں۔'' عبدالرافع نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

''یہ کون سی لڑائی ہے ہاں؟ اور تم عنیشہ تمہاری تو اب خیر نہیں۔ماں کی بات کا اثر لگتا ہے ختم ہوگیا ہے۔'' فریدہ ہاتھ اٹھائے عنیشہ کی جانب بڑھی ہی تھیں کہ عبدالرافع نے اپنا ہاتھ آگے کرکے روک لیا۔

''مامی... یہ کیا کررہی ہیں آپ؟ عنیشہ کو کیوں مارنا چاہ رہی ہیں جب کہ میں کہہ تو رہا ہوں یہ ہم دونوں کا مسئلہ ہے ہم آپس میں سلجھا لیں گے آپ پلیز یہاں سے جائیں۔''

''تم مجھ سے بدتمیزی کررہے ہو۔'' فریدہ نے عبدالرافع کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''نہیں مامی بس یہ کہہ رہا ہوں آپ عنیشہ کو بلاوجہ ڈانٹ رہی ہیں۔ہم بچوں کی بات ہے تو ہم ہی اسے سلجھائیں تو اچھا نہیں رہے گا کیا۔'' عبدالرافع اپنے طور پر عنیشہ کو بچارہا تھا۔

''پہلے ایک یہ بدتمیز تھی اب تم بھی شروع ہوگئے... ٹھہر جاؤ میں تمہاری شکایت لگاؤں گی۔'' فریدہ چلی گئی وہاں سے تب دونوں کو رحمت بی اور جنت بی بی کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور فریدہ اپنے ہی طریقے سے بات کا پتنگڑ بنا رہی تھی جس پر دونوں کی سرزنش کی گئی تھی چونکہ عبدالرافع کی کہی ہوئی بات بدتمیزی

کے زمرے میں آچکی تھی اور رحمت بی گھر میں چھوٹی تھیں بھابی کی باتیں زندگی بھر سننے سے اچھا تھا وہ عبدالرافع کو ہی سمجھاتیں لیکن عبدالرافع اس بات پر بضد رہا کہ وہ غلط نہیں تھا بلکہ فریدہ تھیں لیکن اُس کی بات رحمت بی کیا جنت بی بی بھی نہیں مان رہی تھیں۔

عنیشہ رات کے وقت اداس چہرہ لیے باغ میں ٹہل رہی تھی۔یہ اس کی زندگی میں دوسری دفعہ عبدالرافع کی وجہ سے ہوا جب فریدہ نے ڈانٹا۔اُسے اب عبدالرافع بے حد برا لگ رہا تھا۔عفان اپنے کمرے میں تھا کھڑکی بند کرنے جب وہ آیا تو نیچے ٹہلتی عنیشہ کو دیکھا۔

''یہ اتنی رات گئے یہاں کیا کررہی ہے؟'' عفان نے کھڑکی بند کی اور نیچے آگیا۔

''عنیشہ؟''

''عفی تم؟'' عنیشہ اسے دیکھ کر چونکی۔

''اتنی رات کو یہاں کیا کررہی ہو؟'' عفان نے کندھے اچکا کر پوچھا۔

''ایسے ہی نیند نہیں آرہی تھی تو امی سے پوچھ کر یہاں آگئی۔'' وہ رکی نہیں اور پھر سے ٹہلنا شروع کردیا۔

''میں جانتا ہوں امی نے تمہیں ڈانٹا ہے ناں؟ میں انہیں سمجھاؤں گا۔''

’’عفی... تم کیا سمجھاؤ گے؟ تم تو چچی امی کے کہنے پر ایسا مجھ سے دور ہوئے ہو جیسے ہم کبھی دوست ہی نہ تھے؟‘‘ عنیشہ کا شکوہ بجا تھا لیکن عفان نے سمجھانے کی کوشش کی۔

’’میں مانتا ہوں کہ مجھے منع کیا گیا ہے لیکن دیکھنا تم ایک دن ایسا آئے گا میں تمہارا ساتھ دوں گا اور پھر اس کے بعد ہر قدم پر دوں گا۔‘‘

’’رہنے دو۔عبدالرافع برا ہی سہی، اس کی وجہ سے ڈانٹ بھی پڑی لیکن کم از کم اُس نے میری خاطر چچی امی کا سامنا تو کیا ناں؟ مجھے اُن کی مار سے بچایا، یہی نہیں ہر ممکن کوشش کی کہ میرا ساتھ دے مجھے بچائے۔تم نے تو کچھ نہیں کیا ایسا بلکہ تم دور ہوگئے۔‘‘ عنیشہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔

ان کی عمریں کوئی اتنی بڑی نہیں تھیں تیرہ' چودہ سال کی عمر میں جہاں عنیشہ فریدہ کی باتیں نہ سمجھ کر بھی کچھ حد تک سمجھ رہی تھی وہیں عبدالرافع بھی بارہ سال کا ہوکر بھی عنیشہ کا ساتھ دے رہا تھا۔وہ رات تھی اور اس کے بعد سے ان کی زندگی میں بہت تبدیلیوں نے جنم لیا۔عنیشہ عفان سے اتنی محدود ہوگئی کہ ضد کرکے اپنا سیکشن ہی بدلوا لیا جس کی وجہ سے اسکول میں بھی اب برائے نام ملاقات ہوتی تھی۔گھر پر تو فریدہ کے خوف سے ہی وہ عفان کا نام بھی نہیں لیتی تھی۔اس کی واحد جائے پناہ دادو تھیں۔اکثر دونوں عفان اور عنیشہ وہیں پائے

جاتے لیکن ان کے بات کرنے کا انداز ہی جدا سا ہوگیا تھا۔دوسری جانب عبدالرافع بے حد سنجیدہ سا بچہ ہوگیا تھا، دعوتوں وغیرہ میں بھی سب اکھٹے ہوتے پر عبدالرافع ایک کونے میں ہی بیٹھا رہتا یا کبھی موقع ملتا تو عنیشہ کے ساتھ ہوتا، عنیشہ کو بھی عفان سے بہتر عبدالرافع ہی لگا تھا لیکن فریدہ کا خوف ایسا غالب تھا کہ بڑھتی عمر کہیں کچھ اور غلط الزام نا عائد کردیتا۔

وقت رکتا کہاں ہے... اپنے ہی انداز میں چلتا جاتا ہے اور لوگ بھی۔کالج ختم کرنے کے بعد عنیشہ اور عفان یونیورسٹی میں پہنچ گئے تھے ان کے ڈیپارٹمنٹ بھی الگ تھے۔رحمت بی واپس اپنے شہر میں آبسی تھی جس وجہ سے عبدالرافع اور رافعہ کا کافی وقت اپنے ننھیال میں گزرنے لگا۔ثناء جاب چھوڑ چکی تھی، فریدہ کے ساتھ وہ بھی گھر کے امور سنبھالنے لگی تھی۔جنت بی بی کمزور سی ہوگئی تھیں جس وجہ سے رحمت بی ہر دوسرے دن چکر لگاتی تھیں۔عبدالرافع اور رافعہ نے نیا نیا یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا اور وہی ڈیپارٹمنٹ چنا جو عنیشہ کا تھا۔بظاہر وہ عنیشہ کا جونئیر تھا اور سینئیر ہونے کی وجہ سے کلاسز الگ تھیں لیکن پڑھائی میں مددگار ثابت ہورہی تھی۔

...☆☆☆...

’’ایک تو آج کل کے بچوں کو موبائل کیا مل جاتا ہے وہ بس اُسی میں لگے رہتے ہیں، ایک ہمارا زمانہ تھا کہ بچے ساتھ بیٹھے رہتے تھے ٹی وی بھی دیکھ لیا باتیں بھی ہوجاتیں تھیں اب تو وہ ساتھ ہوکر بھی کسی اور دنیا میں لگے رہتے ہیں۔‘‘ جنت بی بی رحمت بی سے کہہ رہی تھیں جب کہ سامنے رافعہ موبائل پر مصروف تھی۔

’’نانو آپ بھی ناں... آپ کے دور میں بھی فون تو تھا ناں لوگ بات کرتے تھے اب بھی یہی ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اب فون ہاتھ میں ہوتا کسی کی اجازت لینی نہیں پڑتی، جب دل چاہا بات کرلی ایک دو منٹ کی اور کیا۔‘‘ رافعہ نے بنا جنت بی بی کو دیکھے مسکرا کر جواب دیا۔

’’کیڑے پڑیں تمہارے اس ڈبے والے فون کو... یہ بات اس موئے فون کر چھوڑ کر بھی ہم سے کہہ سکتی تھیں ہمیں دیکھ کر۔‘‘ جنت بی بی نے غصے سے کہا۔ رافعہ نے سر جھکا لیا۔

’’ارے ہمارے زمانے میں بھی یہ فون تھے لیکن مجال ہو جو ہم نے اتنا اِس کا استعمال کیا‘ تم لوگ بھی تو چھوٹے تھے تب بھی یہ فون تھے لیکن اب دیکھو سارا وقت اِسی میں سر دیئے بیٹھے رہتے ہو۔‘‘ جنت بی بی بولے جارہی تھیں۔

دروازے پر دستک ہوئی اور عنیشہ چائے اور دیگر لوازمات ٹرے میں سجائے اندر لے آئی۔

’’ایک میری یہ بچی ہے پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کے کام بھی جانتی ہے اور ایک تم ہو میری اولاد جسے پانی کا بھی کہوں تو کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔‘‘

رحمت بی کی بات پر عنیشہ کھکھلائی۔

’’جوں کیسے ریں گے گی بھئی... میں سر کو اچھے سے صاف رکھتی ہوں۔‘‘

رافعہ کی بات پر رحمت بی نے اُسے گھورا۔

’’رحمت بی ابھی رافعہ چھوٹی ہے وقت آنے پر خود ہی سب سیکھ جائے گی۔‘‘

’’جیو میری عنیشہ آپی... شکر ہے کوئی تو ہے جو میری طرف داری کرتا ہے۔‘‘ رافعہ نے آنکھ مار کر کہا۔

’’ہونہہ پڑھائی کا بھی اتنا شوق نہیں بی بی کو، تم لوگوں کی طرح ورنہ یہ آج یونیورسٹی میں ہوتی۔‘‘

’’امی... کالج سے پڑھوں یا یونی سے کیا فرق پڑتا ہے، بس بی اے کر رہی ہوں کافی ہے ناں۔‘‘ رافعہ نے رحمت بی کے ہنکارا بھرنے کا جواب دیا۔

’’اچھا بس بس... ذرا اپنے جڑواں بھائی کو فون تو ملاؤ پوچھو کہاں ہے وہ؟ ‘‘

’’امی وہ ابھی لائبریری میں ہوں گے فون سائلنٹ کیا ہو گا جواب نہیں دیں گے۔‘‘ رافعہ نے بسکٹ کی پلیٹ پر ڈاکا ڈالا۔

’’یہ خوب رہی... بندہ اب مر بھی جائے لیکن بتا ہی نہ سکے اپنی اولاد کو کہ آکر دیکھ لو۔‘‘

’’اوہو رحمت بی... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ کیوں اتنا غصہ کررہی ہیں آج آپ‘ اور تم رافعہ چلو ماں کی بات مان لو اور عبدالرافع کو فون کرو کیا پتا وہ ریسیو کرلے۔‘‘ عنیشہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

’’بھئی مجھے پتا ہے ناں میرا فون وہ نہیں ریسیو کرتے بلکہ آپ اپنے فون سے کریں وہ کرلیں گے۔مجھے ایک سو ایک فیصد یقین ہے۔‘‘

’’ایک سو ایک نہیں بدھو پورے سو ہوتا ہے۔‘‘ عنیشہ اٹھی اور رافعہ کے پاس جاکر اس کے سر پر چپت لگائی۔

’’جو بھی ہو، ہونے دو مجھے کیا۔‘‘ رافعہ کا وہی لاپروا انداز۔

’’اچھا ذرا موبائل کی جان چھوڑو اور آرام سے کھاؤ پیو میں عبدالرافع کی خبر لے کر آتی ہوں۔‘‘ عنیشہ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

اس پورے عرصے میں بدلاؤ جو دکھتا تھا وہ یہی تھا کہ عبدالرافع سنجیدہ شخصیت کا حامل تھا لیکن واحد عنیشہ ہی تھی جس کی وہ بات سنتا اور مانتا تھا جو کسی بھی وقت فون بھی کرلے وہ ریسیو کرتا پھر چاہے وہ لاکھ مصروف کیوں نہ ہو، گزرتے سالوں نے دونوں کی دوستی تو اچھی کردی لیکن وہ آج بھی اُسے آپی کہنے کے خلاف تھا۔

انسان کی فطرت ایسی ہوتی ہے کہ وہ جلد ہی اپنا دل نکال کے رکھ دیتا ہے جو بھی کچھ اس کے دل و دماغ میں ہوتا ہے وہ چھپا نہیں پاتا ایسے لوگ مخلص ہوکر بھی بے وقوفوں کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن انہیں بے وقوف کہنا غلط ہوگا، وہ اپنی نیک نیتی اور معصومیت میں ایسا کرجاتے ہیں ان کے مقابلے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سب کچھ دل میں ایسے دبا کر رکھتے ہیں۔ بعض اوقات انسان کی مضبوطی اس کا دل کمزور کردیتا ہے۔

عنیشہ کے دل میں عبدالرافع کے لیے نرم گوشہ تھا بھی اور نہیں بھی، وہ سمجھتی تھی کہ عفان کو دور کرنے میں عبدالرافع کا ہاتھ ہے لیکن وہ یہ بھی اچھے سے جانتی تھی کہ فریدہ اسے پسند نہیں کرتی، گزرتے وقت عفان کی دوری اسے شدت سے کھائے جارہی تھی۔ وہ اکثر برملا اظہار بھی کرجاتی تھی عبدالرافع سے۔

’’یہ عبدالرافع میرا فون کیوں ریسیو نہیں کررہا۔‘‘ عنیشہ کو برا لگ رہا تھا کہ وہ اس کا فون ریسیو نہیں کررہا۔

عبدالرافع کے سامنے فون وائبریشن کی وجہ سے مسلسل بھوں بھوں والی آواز دے رہا تھا۔اسکرین پر عنیشہ کا نام جگمگا رہا تھا۔کافی دیر فون یونہی وائبریٹ ہوتا رہا اور عبدالرافع نے فون نہیں ریسیو کیا۔

’’حد ہوگئی... اب عبدالرافع میرے ساتھ بھی ایسا کرے گا۔‘‘

’’اب تم مجھ سے بات کرکے دکھاؤ مسٹر عبدالرافع۔لگتا ہے دوستی ختم کرنے کا وقت آگیا ہے اور اسے محض دھمکی نہ سمجھنا یہ عمل کرنے میں مجھے دیر نہیں لگے گی آئی سمجھ؟‘‘ زیرِ لب مسکراتے ہوئے عنیشہ نے عبدالرافع کو پیغام بھیجا اور موبائل چھوڑ کر وہ کچن میں آگئی۔

’’آج عبدالرافع ابھی تک نہیں آیا۔‘‘ ثناء نے اندر آتی عنیشہ سے سوال کیا۔

’’مجھے کیا پتا امی۔اب میں اس کی نوکر تھوڑی نہ ہوں جو اُس کے آنے جانے کا پتا رکھوں؟‘‘ عنیشہ نے مسکرا کر ہی جواب دیا تھا لیکن پیچھے عفان آگیا۔

’’لگ تو ایسا ہی رہا ہے کہ تمہیں اُس کے ہر اٹھائے قدم کا پتا ہوتا ہے۔‘‘

''تمہیں کیا، مجھے پتا ہو یا نہ ہو؟'' عنیشہ نے فریج سے پانی کی بوتل نکالی اور گلاس میں پانی انڈیلنے لگی۔

''مجھے کیا پوری یونیورسٹی یہ بات جانتی ہے۔'' عفان کو غصہ اس بات کا تھا کہ عنیشہ اس سے دور ہوئی اور اب عبدالرافع کے بے حد نزدیک ہوگئی ہے۔

''یونیورسٹی کی باتیں اگر وہیں رکھو تو زیادہ بہتر ہوگا اور ہاں اپنے ڈیپارٹمنٹ میں رہا کرو وہیں کی خبر معلوم ہونی چاہیئے، دوسرے کیا کرتے پھر رہے ہیں کیا بول رہے اس سے تمہارا یا تمہارے ڈیپارٹمنٹ کا کوئی لینا دینا نہیں۔'' انگلی دکھاتے ہوئے عنیشہ نے کہا جس پر فریدہ بھی جائے مقام پر پہنچ گئیں۔

''یہ انگلی دکھا کر کس طرح بات کررہی ہو میرے بیٹے سے ہاں... اوہ ہو ماں بھی موجود ہے کچن میں، اُسی نے شہ دی ہوئی ہے تبھی اتنا بڑبڑ بول رہی ہو اور تم عفان...'' عنیشہ کو خونخوار نظروں سے دیکھ کر کہتی ہوئی اب وہ عفان سے گویا ہوئیں۔

''تم سے کہا بھی ہے کہ اس سے دور رہو بات نہ کیا کرو، دیکھ لو اس کی زبان، کس طرح بات کرتی ہے یہ۔''

’’میں نے وہی کہا جو مجھے صحیح لگتا ہے۔کم از کم سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنا اور سمجھنا جانتی ہوں یہ نہیں کہ جھوٹ کو سچ بنا کر لوگوں کے سامنے نشر کروں۔‘‘ عنیشہ نے تیوری چڑھا کر کہا۔

’’عنیشہ یہ کون سا طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا؟‘‘

’’او بی بی بس کردو تم ہی اَسے سکھاتی ہو ناں دیکھ لو یہ ہے تمہاری بیٹی...‘‘ اب فریدہ اور ثناء کی بحث و تکرار شروع ہوگئی تھی۔’’میرا منہ نہ کھلواؤ تو اچھا ہے۔اپنی بیٹی کو سنبھال لو بہت ہے۔‘‘ فریدہ نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

’’میری ماں مجھے سنبھال لیں گی۔براہِ مہربانی آپ اپنے بیٹے کو سنبھال لیں۔‘‘

’’عنیشہ اب چپ بھی کرجاؤ۔‘‘ عنیشہ نے ثناء کو دیکھا اور پیر پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

’’امی آپ کو کیا ضرورت تھی کچھ بھی کہنے کی۔‘‘ عفان فریدہ کو کچن سے باہر لے آیا تھا۔

’’یہ لڑکی اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے؟ بچپن سے اس کے کرتوت دیکھ رہی ہوں میں۔کتنا سمجھایا تمہیں اور اب تم بھی اس کے منہ لگنا بند کردو۔‘‘

’’امی پلیز۔عنیشہ کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔‘‘ عفان جیسا بھی رویہ رکھتا تھا دل میں عنیشہ کے لیے نرم گوشہ تو بچپن سے ہی تھا اِس بات کو خود سے جھٹلا تو نہیں سکتا تھا وہ۔

’’اور یہ عبدالرافع کے ساتھ کیوں اتنا گھوم پھر رہی ہے... پڑھائی کرنے جاتی ہے یا کچھ اور کرنے ہاں؟‘‘

’’امی... کیا ہوگیا ہے؟ وہ دونوں ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں ہیں اس لیے اکثر ساتھ ہوتے ہیں شاید پڑھائی کی وجہ سے اور کچھ نہیں ہے۔‘‘

’’رہنے دو ان کو بچپن سے دیکھتی آرہی ہوں میں دم چھلہ بنا پھرتا ہے۔‘‘

’’امی اب بس کریں کیوں عنیشہ کو کوس رہی ہیں؟‘‘

’’تم میری طرف ہو یا اُس بدتمیز عنیشہ کی طرف؟‘‘ عفان اس بات کا کیا جواب دیتا۔وہ اپنی ماں کے کہنے پر عنیشہ سے دور ہوا، لیکن اب عبدالرافع کا عنیشہ سے نزدیک ہونا اُسے بھی نہیں بھا رہا تھا لیکن ماں کے آگے بے بس تھا۔

’’امی... ایسے سوال پوچھ کر مجھے کون سے امتحان میں پاس کروانا ہے... میں آپ کا بیٹا ہوں تو آپ کی جانب ہی ہوا ناں۔‘‘ فریدہ سے لپٹ کر عفان نے اُسے تسلی بخش جواب دیا لیکن دل میں ابھی بھی بات چبھ رہی تھی۔

...☆☆☆...

اگلے دن یونیورسٹی میں عبدالرافع کوریڈور کی ایک جانب بیٹھا ہوا تھا۔ہاتھ میں موبائل لیے وہ بس اسکرین کو ٹک رہا تھا ہر بار میسج ٹائپ کرتا لیکن پھر مٹا دیتا پھر کوشش کرتا کچھ ٹائپ کرتا لیکن مٹا دیتا سر اپنا کوریڈور کی دیوار پر ٹکایا اور اپنے خیال میں عنیشہ کو لے آیا کچھ دیر میں ہنسی کی آواز سے آنکھ کھولی تو سامنے عنیشہ اپنی کلاس کی لڑکیوں کے ساتھ باتیں کررہی تھی اور کسی بات پر ہنسی تھی وہ اسے دیکھنے لگا' ہلکی سی بے بی پنک لپ اسٹک لگائے بالوں کو کیچر میں قید کیا ہوئے تھی' ہاتھوں میں نفیس سا آرٹیفیشل برسلیٹ تھا وہ اتنا نزدیک بیٹھی ہوئی تھی کہ با آسانی عبدالرافع اسے دیکھ سکتا تھا۔

عنیشہ کی نظر عبدالرافع پر ہی تھی لیکن ایسے کہ عبدالرافع کو پتا بھی نہیں چلے۔

عبدالرافع وہاں موجود تھا چونکہ ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں تھے اس لیے ایک ساتھ وہاں موجود ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی' معمول کے مطابق وہ لوگ اپنے انداز میں وہاں کلاس فیلوز کے ہمراہ موجود تھے عبدالرافع گزشتہ دن فون نہ اٹھانے کی بناء پر عنیشہ کا جو میسج آیا تھا' اسے لگ رہا تھا وہ شاید مذاق تھا لیکن اس ایک میسج کے بعد کوئی اور میسج نہیں کیا تھا عبدالرافع نے پھر سے موبائل کے میسج آپشن کو کھولا اور میسج ٹائپ کرنے لگا۔

میسج بھیجتے ہی اُس نے کھوجتی ہوئی نگاہ عنیشہ پر ڈالی عنیشہ کے ہاتھ میں ہی موبائل تھا اس نے لمحے بھر کو دیکھا پھر بند کرکے باتوں میں لگ گئی... عبدالرافع نے پھر سے میسج کیا جس پر عنیشہ نے دوسری دفعہ دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔

''سمجھتا کیا ہے خود کو... سامنے بیٹھا ہوا ہے پھر بھی میسج کررہا ہے' یہ نہیں کہ یہاں آجائے بات کرے... یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ناراض ہوں پھر بھی؟'' عنیشہ نے دل میں سوچا اور موبائل اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

''میرے خیال سے اب کلاس میں چلنا چاہیئے وقت ہوگیا ہے' آخری سال ہے اب تو۔''

''پتا ہے ہمیں کہ آخری سال ہے اس میں اتنا اونچا بولنے کی کیا ضرورت تھی؟'' عنیشہ کی کلاس فیلو نے اُسے ٹوکا اور عنیشہ نے ایک نظر عبدالرافع کو دیکھ کر ہنکارا بھرا اور کلاس لینے چلی گئی۔

عبدالرافع مایوسی سے موبائل اٹھا کر اپنی جینز کی پاکٹ میں رکھا اور تھکے قدموں سے اپنی کلاس کی طرف رواں ہوگیا... جہاں ایک طرف عنیشہ کو برا لگا تھا دوسری جانب عبدالرافع بھی اپنی اس غلطی کی وجہ سے اداس تھا۔اُس نے کبھی عنیشہ کو اگنور نہیں کیا تھا لیکن اکثر ایسا ہو بھی جاتا تو وہ میسج پہ رابطے میں ضرور رہتے اِس

بار دونوں جانب سے خاموشی تھی۔چھٹی کے وقت عفان عبدالرافع کے ڈیپارٹمنٹ میں آیا۔

''تم یہاں کیا کررہے ہو؟'' عنیشہ اپنی کلاس سے باہر نکلی تو سامنے عفان کو کھڑا پایا۔

''تمہارا انتظار اور کیا؟'' عفان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم مسکراتے ہوئے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔'' بھنویں اچکاتے ہوئے عنیشہ نے اس کے پاس جا کر کہا۔

''اب کیا تمہیں جو اچھا لگتا ہے وہی ہو گا؟ میری مسکراہٹ ہے اچھی لگے تمہیں یا نہیں مجھے کیا؟'' کندھے اچکا کر عفان نے جواب دیا۔

وہ گرل سے کمر لگائے کھڑا تھا ماتھے پہ آتے بال کلین شیو ڈروئل بلیو جو عفان کا پسندیدہ رنگ تھا اسی رنگ کی شرٹ پہنی ہوئی تھی آستین ہاف فولڈ کی ہوئی تھیں عنیشہ نے جواب دینے کے بجائے اسے بغور دیکھا۔

''اب کیا نظر لگاؤ گی؟'' چیونگم چباتے ہوئے عفان نے پوچھا۔

''ویسے تم آئے کیوں ہو... اور بات بھی کیوں کررہے ہو؟ تمہاری امی نے منع کیا تھا ناں پھر بھی نافرمانی کررہے ہو؟'' عنیشہ نے گزشتہ دن ہوئے معرکہ

کے حوالے سے سوال کیا۔عفان ایک دم گرل سے ہٹا اور سیدھا کھڑا ہوگیا اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

''جو بات گھر کی ہو اُسے گھر میں ہی کرنی چاہئیے۔''

''اچھا... تو تم نے بھی تو کل میرے اور عبدالرافع کے یونیورسٹی کے حوالے سے بات کی تھی۔'' عنیشہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

''امی ٹھیک کہتی تھیں... تم واقعی بدتمیز ہوگئی ہو عنیشہ۔''

''عفی؟'' عنیشہ روہانسی ہوگئی۔

''عنیشہ کتنے سالوں بعد تم نے مجھے عفی کہا... تمہیں بہت یاد کرتا ہوں' بچپن کے ساتھ گزارے پل' ہماری دوستی... کیوں ہوئیں مجھ سے دور تم؟'' عفان کی بات پر عنیشہ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

''یاد ہے... میں جب تمہارے پاس آیا تھا تم اکیلی تھیں تمہارا ساتھ دینے کی بات کی تھی لیکن تم نے اُس عبدالرافع کو ترجیح دی اور اب وہ تمہارا دوست بن گیا ہے۔'' عفان کے انداز میں حسد واضح تھا جس کا اظہار اُس نے کردیا۔عنیشہ نے لمبی سانس لی۔

''دور تو تم پہلے ہی ہوچکے تھے عفی میرا دور ہونا تمہیں اتنا کھٹک رہا ہے تو جب مجھے ضرورت تھی تب ساتھ کیوں نہیں دیا؟ اتنے سالوں میں کبھی کوشش

نہیں کی تم نے کہ ایک دفعہ کھل کر بات کر سکو؟ میں دور ہوئی تو تمہاری وجہ سے ہوئی' مجھے چچی امی کی باتوں کا اتنا برا نہ لگتا لیکن تم کیوں دور ہوئے؟" عنیشہ نے بھرائی آواز میں پوچھا۔عفان لمحے بھر کو خاموش ہوا کب سے وہ اس موقعے کی تلاش میں تھا کہ عنیشہ سے کھل کر بات کر سکے اور اب جب آیا تو الفاظ نہیں تھے۔

اتنے سالوں کے بعد دونوں کو یوں اکیلا ایک دوسرے سے باتیں کرتا دیکھ کر عبدالرافع جو عنیشہ سے ملنے آیا تھا انہیں دیکھ کر واپس جانے لگا تھا۔

''عنیشہ میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ دور جانا میری مجبوری تھی امی کو پتا نہیں کیوں...؟''

''پلیز عفی مجھے اب ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں رہی میں آج تمہارے سامنے روئی ہوں تو صرف اس لیے کہ تم سے مجھے امید تھی لیکن تم نے اُس وقت ساتھ نہیں دیا میرے دل سے یہ بات کبھی نہیں نکل سکتی اس لیے بہتر ہو گا جو رویہ گھر میں ہے ویسا ہی یہاں اپناؤ۔" عنیشہ نے نروٹھے انداز میں کہا۔

''تم کیا چاہتی ہو... تم یہ دیکھنا چاہتی ہو کہ میرا ساتھ دینے والی بات جھوٹی ہے' کیا مجھے ثابت کرنا پڑے گا' کیا کرنا ہو گا مجھے اس کے لیے؟" عفان نے عنیشہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''جو کہوں گی کرو گے؟'' اس نے تھکی نظروں سے شک کے انداز میں عفان کو دیکھا۔مضبوطی سے کندھے کو پکڑے ہوئے عفان نے عنیشہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''ہاں کروں گا۔''

''ٹھیک ہے... چچی امی سے کہنا ہوگا کہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔'' یہ جملہ تھا یا بم کا دھماکہ' عبدالرافع جو دیوار کی اوٹ سے یہ سب سن رہا تھا اپنی سماعت پر یقین نہیں کر پارہا تھا دوسری جانب عفان کے آگے یہ بات رکھنا اُس کی خواہش پوری ہونے والا حساب تھا لیکن فریدہ سے کہنا سب سے مشکل ترین کام تھا۔

''جو تم نے ابھی کہا وہ کیا سچ تھا... کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو' اور چاہتی ہو کہ ہماری شادی ہوجائے؟'' عفان بھی کچھ بے یقینی سے پوچھا۔

''میں مزید کچھ نہیں کہوں گی' بس یہی کہ اپنی امی سے میرے ساتھ شادی کی بات کرو باقی بات پھر کبھی ہوگی۔'' عنیشہ نے عفان کا ہاتھ ہٹایا اور آگے بڑھ گئی وہ اسی طرف آکر کھڑی ہوئی جہاں عبدالرافع چھپا اُن دونوں کی باتیں سن رہا تھا ایک پل کو عبدالرافع کو لگا کہ اب عنیشہ مڑ کر کہیں اُس کے پاس ہی نہ آجائے لیکن عنیشہ بس تھوڑی دیر کے لیے رُکی اور پھر چلی گئی۔

...☆☆☆...

عبدالرافع اُس سے شاید محبت کرنے لگا تھا، اُس کے ساتھ دینے کے بعد ہر دم ہر لمحہ عنیشہ ہی اُس کے ساتھ رہی اور عنیشہ کے ساتھ عبدالرافع۔وہ بارہا خود کو یقین دلانے میں جتا رہا کہ اُس نے عنیشہ اور عفان کی کوئی بات نہیں سنی لیکن جو بات اُس کے لیے ناقابلِ یقین تھی وہ کیسے جھٹلا سکتا تھا... چلتے پھرتے سوتے جاگتے عنیشہ ہی حواسوں پر سوار تھی اور اُس کی وہ کہی ہوئی بات۔اُسے اپنا آپ ڈوبتا ہوا محسوس ہورہا تھا، ایک پل کو یوں لگا کہ عنیشہ نے اُس کا ہاتھ بے دردی سے پکڑ کر چھوڑ دیا ہو۔وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ شاید عنیشہ اُسے سزا دے رہی ہو۔اُس دن کے بعد سے عبدالرافع نے جنت وِلا آنا جانا برائے نام کردیا تھا آتا بھی تو جنت بی بی کے کمرے میں ہی رہتا اور عنیشہ پھر اپنے کمرے تک محدود ہوجاتی' عبدالرافع نے اس دن کے بعد سے ایک بھی میسج نہیں کیا جس کے نتیجے میں عنیشہ نے بھی کوئی میسج نہیں کیا' دونوں ایک دوسرے سے نہ بات کررہے تھے نہ جس طرح پہلے ملتے تھے ہنسی مذاق کرتے تھے وہ بھی بند ہوگیا تھا۔

رمضان کی آمد آمد تھی... فریدہ اور ثناء پہلے سے ہی کچھ فروزن چیزیں تیار کر کے رکھ لیتے تھے اور آج عنیشہ بھی اُن کا ہاتھ بٹا رہی تھی... عفان کچن میں پانی پینے آیا تو تینوں کو کام کرتا دیکھ کر فریدہ کے پاس آیا۔

''لگتا ہے کام بہت زیادہ ہے اور آپ تینوں سے پورا نہیں ہوکے دے رہا۔''

''بیٹا جی، کبھی میں اکیلے کام کیا کرتی تھی اور اب دو لوگ اور بھی ہیں وہ الگ بات کہ مجھے پسند نہیں لیکن خیر سے بابرکت مہینہ آرہا ہے تو کیا دل خراب کرنا؟'' یہ بات سراسر عنیشہ اور ثناء کے لیے کہی گئی تھی۔

''اگر ایسی بات ہے تو کیوں نہ کسی اور لڑکی کا بندوبست کیا جائے؟'' عنیشہ جو کباب کا پیڑا بنا رہی تھی یہ بات سن کر رک گئی۔

''کیا مطلب تمہارا اور کوئی لڑکی؟'' فریدہ نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں اگر تین کے بجائے چار ہوجائیں تو حرج نہیں ناں۔''

''عفان ایسی بات ہے تو ہم رافعہ کو بلا لیتے ہیں آپ کی کمی والی بات بھی پوری ہوجائے گی اور وہ بھی کچھ سیکھ لے گی کیوں؟'' عنیشہ نے نظریں کباب کے پیڑے پر ہی رکھیں۔

’’مرضی ہے جسے چاہے بلالو میں نے تو بس ایک مشورہ دیا تھا۔‘‘ عفان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ عنیشہ کو کچا کھا جائے۔

’’ٹھیک ہے چچی امی کی اجازت ملے تو میں اُسے بلوالوں گی کیوں چچی امی؟‘‘

’’جو جی میں آئے کرو مجھے بس کام پورا چاہیئے روزوں میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ کچن میں زیادہ کام کیا جائے۔‘‘ فریدہ کی بات پر عنیشہ نے شرارتی انداز میں مسکرا کر عفان کو دیکھا جس پر عفان نے اُسے غصے سے آنکھیں دکھائیں۔

...☆☆☆...

’’امی... میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ عفان نے فریدہ کے کمرے میں آ کر تمہید باندھی۔کمرے میں نیم اندھیرا تھا غالباً فریدہ سونے لگی تھیں کہ عفان کمرے میں آیا۔

’’کیا بات ہے؟‘‘ فریدہ بے زاری سے اٹھ بیٹھی۔

’’امی... آپ کو عنیشہ کیوں اچھی نہیں لگتی؟‘‘ عفان کی اس بات پر فریدہ کے چہرے کا زاویہ ہی بگڑ گیا یوں جیسے کسی نے کڑوی کسیلی دوا پلادی ہو۔

’’میرے سونے کے وقت میں خلل ڈالنے کی وجہ یہ عنیشہ ہے؟‘‘

’’میں واقعی جاننا چاہتا ہوں۔‘‘ عفان نے سر جھکائے پوچھا۔

’’تمہیں کیوں اُس میں دلچسپی ہوگئی ہے؟ مجھے نہیں پسند ماں بیٹی بس ختم بات۔‘‘ فریدہ نے منہ پھیر کر جواب دیا۔

’’اگر میں کہوں کہ میں اُس سے شادی کرنا...‘‘ فریدہ کے سر پر جیسے بم پھٹ گیا ہو۔

’’کیا...! کیا... کہا؟‘‘

’’وہ... میں‘‘ ...

’’بس ختم... جو کہنا تھا تم نے کہہ دیا میں نے بھی سن لیا اب جاؤ یہاں سے۔‘‘

’’پر امی...‘‘ عفان منمنایا۔

’’کہہ دیا ناں جاؤ۔‘‘ فریدہ نے گھوری دی... عفان کو واپس اپنے کمرے میں آنا ہی پڑا۔

’’میں نے ایک کوشش کی ہے‘ اپنی بات اپنی ماں تک پہنچادی ہے‘ آگے کی بات بھی میں سنبھال لوں گا بس اب تم نے بھی ساتھ دینا ہے میرا۔‘‘ اسمائلی کے ساتھ بھیجا گیا میسج عفان کی جانب سے عنیشہ بار بار پڑھ رہی تھی۔

’’عفان تم کرتے رہو اب کوشش۔‘‘ عنیشہ نے دل میں کہا اور آنکھیں موند کر لیٹ گئی۔

اگلے دن حسبِ معمول سب اپنے کاموں میں مصروف تھے' اتوار کا دن تھا جس وجہ سے مرد حضرات بھی گھر پر ہی موجود تھے سب لوگوں نے جنت بی بی کے کمرے میں ڈیرا جمایا ہوا تھا میچ بھی تھا آج اس لیے سب کافی پُرجوش بھی تھے۔

''کیا شان ہے بھئی نوابی تو دیکھو' لوگ دن چڑھے سوئے رہتے ہیں' کل کو بیاہ کے جائے گی خوب ماں کا نام روشن کرے گی۔'' فریدہ نے کچن میں گھستے ہی عنیشہ کو ٹوکا۔

''میری ابھی کہیں بات بھی نہیں ہوئی شادی کی اور آپ میرے سسرال کو بھی جان گئیں بلکہ میں اپنی ماں کا جو نام روشن کروں گی اس کے لیے بلب بھی آپ ہی دیں گی ناں؟'' عنیشہ نے دوبدو جواب دیا۔

''کوئی شرم و لحاظ ہی نہیں رہا اب تو' بڑی ہوں میں تم سے اور یہ اس طرح مجھ سے بات کر رہی ہو' سن لو ایسے کوئی تمہارا گھر نہیں بسے گا... ساس سے بدتمیزی کرتی پھرو گی تو۔''

''بول تو آپ ایسے رہی ہیں جیسے آپ ہی میری ساس بننے کا تمغہ حاصل کرنے والی ہیں؟'' عنیشہ نے فریدہ پر وار کیا... جیسا کہ عفان نے اُسے میسج پر بتادیا تھا کہ فریدہ کے آگے بات رکھ دی ہے فریدہ جو پیاز کاٹنے لگی تھی بے خیالی میں چھُری سے انگلی پر کٹ لگ گیا۔

’’ارے آرام سے نہ ہونے والی ساس جی... ایسا نہ ہو میں واقعی بہو بن گئی تو انگلی ہی نہ کٹ جائے ناک تو میں کٹوا ہی دوں گی آپ کی کیوں ہیں ناں؟‘‘

’’یہ تو تم اپنے خواب میں بھی مت سوچنا چاہے بند آنکھوں سے دیکھو یا آنکھیں کھول کر کہ تمہاری شادی عفان سے ہوسکتی ہے۔‘‘ فریدہ نے چُھری اُس کے ناک کی سیدھ کی طرف کرکے کہا۔

’’اپنے بیٹے کو سنبھال لیں یہی بہتر ہوگا میری فکر میں دبلی ہوجانے سے اچھا ہے روزے رکھ کر دُبلی ہوجایئے گا۔‘‘ طزیہ مسکرا کر بھنویں اچکاتی وہ یہ کہہ کر کچن سے چلی گئی۔

...☆☆☆...

رمضان کے بابرکت مہینے کا آغاز ہوچکا تھا جنت بی بی بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھتی تھیں اُن کے لیے کھانا کا انتظام کرتے ہوئے فریدہ کی جان نکل جاتی تھی ثناء اور عنیشہ اس کام کو سر انجام دینے لگیں روحیل اور احمر کا بھی زیادہ وقت گھر پر گزرتا پھر رات کو عفان اُن دونوں کے ساتھ تراویح پڑھنے چلا جاتا تھا۔عبدالرافع جو ویسے ہی عنیشہ کی بات سن کر دل برداشتہ ہوچکا تھا رمضان کی وجہ سے آنا جانا بھی چھوڑ بیٹھا تھا البتہ رحمت بی کا چکر روز لگتا رافعہ بھی اُن کے ہمراہ ہوتی۔

عنیشہ ہر دفعہ اٹھتے بیٹھتے موبائل کو دیکھتی میسج باکس بار بار کھولتی کہ کہیں کوئی میسج آیا ہو نہ خود وہ میسج کر رہی تھی نہ عبدالرافع۔

پہلا عشرہ خیر اسلوبی سے گزرا عفان نے فریدہ کا سر کھانا شروع کردیا تھا آئے دن ایک ہی رٹ لگائے رہتا تھا کہ عنیشہ سے ہی شادی کرنی ہے وہ گھر کی بچی ہے یہیں رہے گی تو کسی کو مسئلہ نہیں ہوگا دوسری کوئی آئے جو ہمیں ہی صحیح سے نہ جانتی ہو کون سا گھر والوں کا صحیح خیال رکھ پائے گی۔عفان ہر ممکنہ کوششوں میں لگا ہوا تھا کہ فریدہ مان جائیں۔فریدہ جو کسی صورت ماننا ہی نہیں چاہتی تھیں نہ وہ عنیشہ کے آگے جھکنا چاہ رہی تھیں نہ اُسے جیتتا دیکھنا چاہتی تھیں۔

عنیشہ اور عفان چونکہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے اِس لیے آمنا سامنا ہوجاتا تھا اور وہی عفان کی باتیں کبھی میسج میں کہتا کبھی سامنے جس کا جواب عنیشہ ہنوز ایک ہی دیتی۔

’’اپنی ماں کو مناؤ۔‘‘

دوسرا عشرہ گزر گیا اور اب رمضان تیسرے عشرے میں داخل ہوگیا تھا عنیشہ دل ہی دل میں دعائیں کرنے لگی کہ ایک بار عبدالرافع میسج کرے لیکن خود بڑھ کر کوئی رابطہ نہیں کر رہی تھی... دوسری جانب عفان نے منتیں سماجتیں کر کر کے

فریدہ کو منالیا تھا آخر اکلوتے سپوت کے آگے ماں کو ہار ماننی ہی پڑی تھی لیکن عفان نے منع کردیا تھا کہ ابھی کوئی ذکر نہ کریں کسی سے۔

چاند رات سے دو دن پہلے عنیشہ نے اپنی ضد کے آگے ہار مان لی اور عبدالرافع کو میسج کردیا۔

' کیسے ہو؟" عنیشہ نے دھڑکتے دل سے ٹائپ کیا۔

' کیسا ہوسکتا ہوں؟" عبدالرافع میسج آنے پر خوش تو تھا لیکن اُس دن کا منظر یاد آگیا۔

' بھلکڑ ہی ہوسکتے ہو اور کچھ نہیں۔" عنیشہ نے مسکراتے ہوئے لکھا۔

' وہ کیوں؟" عبدالرافع نے سوال کیا۔

' مجھے جو بھلا دیا۔" عنیشہ نے سانس خارج کرکے لکھا۔

' بھولے گا دل جس دن تمہیں' وہ دن زندگی کا آخری دن ہوگا۔" اپنے آپ کو نارمل کرتے ہوئے عبدالرافع نے میسج پہ گانے کی لائن لکھی۔

' ڈرامے باز ہو پورے۔" عنیشہ یوں مسکرائی جیسے عبدالرافع سامنے ہو۔

' جانتا ہوں اور کچھ؟" عبدالرافع عنیشہ کے میسج کا مسلسل جواب دے رہا تھا۔

''کیا میں یاد نہیں آتی؟'' عنیشہ نے یہ سوال خود سے بھی کیا تھا عبدالرافع کی طرف سے۔

''تمہیں بھولا ہی کب ہوں جو یاد کروں؟'' عبدالرافع نے یہ میسج پڑھ کر بھاری دل کے ساتھ جواب دیا۔

''اچھا اب بس کرو۔'' عنیشہ نے بات ختم کرنا چاہی۔

''بس کے بجائے ٹیکسی نہ کرلوں' لیکن وہ بھی کیوں کروں اپنی گاڑی ہے میری تو۔'' عبدالرافع نے پھر سے موڈ کو بحال کرنا چاہا۔

''اچھا بابا اب میری بات سنو۔'' عنیشہ نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

''اچھا بابا اب کہو۔'' عبدالرافع نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

''چاند رات پر تم' رافعہ اور رحمت بی ساتھ میں پھوپا جی سب کو گھر آنا ہو گا۔'' عبدالرافع کا دل میسج پڑھ کر بے چین ہو گیا۔

''کس خوشی میں؟'' عبدالرافع نے پوچھا۔

''چاند رات کی خوشی میں اور کیا؟'' عنیشہ نے نارملی جواب دیا۔

''اچھا مجھے لگا کچھ اور ہو گا۔'' عبدالرافع کو لگا شاید کوئی خاص بات ہو گی۔

''ہاں شاید کچھ اور بھی ہو جائے۔'' عبدالرافع کو پھر سے دھڑکا لگا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' عبدالرافع کے میسج پر عنیشہ زیرِلب مسکرائی۔

'نہیں سمجھو گے مجھے پتا ہے۔" عنیشہ نے جواب لکھا۔

'تو پھر؟" عبدالرافع جیسے جاننا چاہ رہا تھا۔

'بس اُس رات آجانا اور سنو خالی جیب مت آنا۔" یہ میسج بھی عبدالرافع کو سمجھ نہیں آیا۔

'کیا بولے جارہی ہو؟'

'جتنا کہا ہے بس اُتنا ہی کرنا آئی سمجھ؟" عنیشہ نے پھر سے رعب والے انداز میں میسج کیا۔

'اچھا ٹھیک ہے اور کچھ؟'

'نہیں اب بائے۔" عنیشہ نے جواب دیا۔

'اچھا بائے۔" عنیشہ نے گہری سانس لی اور اطمینان سے موبائل سرہانے رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

عنیشہ کو عبدالرافع کا ساتھ ملنا ہی اُس کی بڑی تبدیلی تھی، عبدالرافع اُس کا ہر دم خیال رکھتا تھا۔

عفان کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں... چاند رات پر وہ عنیشہ کو سرپرائز دینے کے چکر میں گھن چکر بنا ہوا تھا' اب چاند رات میں محض دو روز ہی باقی تھے اور بے تابیاں بے چینیاں عفان کی بڑھی ہوئی تھیں جبکہ عنیشہ سکون کی نیند لے رہی

تھی اُسے پروا ہی نہیں تھی کہ عفان کیا کررہا ہے۔عبدالرافع بار بار موبائل میں موجود ان میسجز کو پڑھ رہا تھا اُس دن اگر وہ باتیں نہ سنتا تو اُسے اندازہ بھی نہ ہوتا کہ عنیشہ کیوں چاند رات کے لیے بلا رہی ہے عبدالرافع واقعی نہیں جانتا تھا لیکن عنیشہ نے کہا ہے تو وہ جائے گا۔

...☆☆☆...

جنت ولا میں شوروغل ہورہا تھا آج آخری روزہ تھا رحمت بی بمعہ اہل وعیال کے آرہی تھیں عنیشہ ثناء اور فریدہ کچن میں مصروف تھیں افطاری کے ساتھ ساتھ عید کے ناشتے کے لیے بھی تیاری کررہی تھیں۔

’’عنیشہ تم آج زیادہ کام نہیں کرنا ویسے بھی مہندی وغیرہ کے لیے جاؤگی تم اور رافعہ تو تھکی ہوئی ہوگی ایسا کرو ابھی جاکر آرام کرو رات میں دیکھ لینا۔‘‘ یہ فریدہ تھی جو عنیشہ سے ایسے بات کررہی تھی جیسے ٹھنڈے پانی میں چینی گھول کر پلادی ہو۔عنیشہ کے ساتھ ساتھ ثناء کو بھی حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

’’لیکن چچی امی آپ دونوں اکیلی کام کرتی رہیں گی اوپر سے رحمت بی کے گھر والے بھی ہوں گے آپ لوگ زیادہ تھک جائیں گے مل جل کر کرلیتے ہیں ناں۔‘‘ عنیشہ کو سمجھ نہیں آیا وہ کس طرح جواب دے۔

' 'رافعہ ہے ناں وہ جلدی آجائے گی عبدالرافع چھوڑ جائے گا وہ ہاتھ بٹا لے گی تم جا کر آرام کرلو۔" فریدہ نے پھر سے عنیشہ کے لیے ایسی بات کی جسے سن کر ثناء عش عش کر اٹھی تھی' اپنی سماعت پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ فریدہ عنیشہ سے اتنے اچھے اور پیار بھرے لہجے میں بات کر رہی ہے۔

' 'پر چچی امی' ' ...

' 'اف ایک تو تم باتیں بہت کرتی ہو جو کہا ہے وہ کرو جا کر۔"

' 'کیا کہا ہے چچی امی؟" عنیشہ ہونق سی بنی فریدہ کو دیکھنے لگی۔

' 'اف میرا سر جاؤ کچن سے مجھے اور ثناء کو کام کرنے دو سر مت کھاؤ۔"

فریدہ اپنے اُسی انداز میں آگئی تھی جو اُس کی پہچان تھی جس پر عنیشہ مسکراتی سر کو ہلاتی کچن سے باہر چلی گئی۔

وہ اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی تھی وہ سمجھ چکی تھی فریدہ کا یہ بدلہ ہوا انداز جیسے ہی اُسے گھنٹی کی آواز سنائی دی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی فوراً تیز تیز قدم چلتے ہوئے باہر کی جانب آئی جہاں عبدالرافع رافعہ کو لے کر لاؤنج میں موجود تھا ہانپتی ہوئی عنیشہ نے عبدالرافع کو دیکھا اور مسکرادی عبدالرافع نے بھی اُسے دیکھا لیکن سپاٹ چہرہ لیے پروا نہ کرتے ہوئے یونہی کھڑا رہا عنیشہ نے وہیں سے گھورا اُسے۔

' 'اب یہیں کھڑے رہو گے یا چلتے بھی بنو گے؟' '

’’میرے یہاں کھڑے رہنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہورہی ہے؟‘‘ عبدالرافع نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔

’’ہاں ہورہی ہے بہت تکلیف۔‘‘ ہنکارتے ہوئے عنیشہ نے کہا۔

’’تو اُس کے لیے کسی اچھے سے معالج کے پاس جاؤ‘تکلیف رفع ہوجائے گی۔‘‘ طنزیہ مسکرا کر عبدالرافع نے کہا۔

’’تمہیں کیا اِس بات سے؟‘‘

’’مجھے کچھ بھی نہیں ہے ہوا تو تمہیں ہے جو تکلیف کا بتا رہی ہو اچھا خیر اب میں چلا۔‘‘

’’کہاں جارہے ہو؟‘‘ عبدالرافع واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ عنیشہ نے سوال کرکے روکا۔

’’گھر اور کہاں... امی ابو کو بھی لانا ہے ناں... یہ تو فریدہ مامی نے کہا تھا رافعہ کو جلدی لے آؤں اور کچھ میڈم جی...‘‘ سعادت مندی سے عبدالرافع نے جواب دیا تو عنیشہ کو غصہ آگیا۔

’’ہاں ہاں جاؤ جاؤ ویسے بھی کون سا تمہارے واپس آنے کا انتظار ہے مجھے ہونہہ۔‘‘ عنیشہ نے سر کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

’’اچھا... واقعی...! تو پھر مجھے میسج کرکے کیوں کہا تھا کہ ’ ’ ...

’ ’کیا کہا تھا میں نے... بس یہی ناں کہ سب کو لے کر آنا‘ اچھا ٹھیک ہے اب جاؤ اور لے کر آنا سب کو چلو جاؤ اب۔“ عنیشہ نے انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو عبدالرافع ہنستا ہوا چلا گیا۔

وہ بوجھل قدموں سے اپنے کمرے میں آگئی تھی اور بستر پر ایسے دراز ہوئی جیسے بہت بھاری کام کیا ہو‘ جسم تھکا تھکا بے جان سا لگنے لگا تھا وہ عفان کو شادی کے لیے فریدہ کو منانے کی بات کرچکی تھی لیکن دوسری جانب دل اتھل پتھل ہورہا تھا‘ وہ عبدالرافع کے بارے میں سوچ رہی تھی‘ عبدالرافع جو ساری باتیں سن چکا تھا غالباً اس کے بارے میں اب سوچنے لگی تھی‘ فریدہ کا بدلا انداز صاف بتارہا تھا عفان آج رات کچھ کرنے والا ہے ساتھ ہی کہیں فریدہ بھی کچھ دھمال نہ کر ڈالیں عبدالرافع کا ذہن میں آتے ہی وہ ایک دم الرٹ ہوگئی اور آخری فیصلہ کرکے ایک لمبی سانس خارج کی۔

مغرب ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے رحمت بی عبدالرافع اور انصر آگئے تھے عبدالرافع کے چہرے پر اداسی واضح تھی جسے عنیشہ ہی سمجھ سکتی تھی لیکن عبدالرافع سب کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کھویا ہوا بیٹھا ہوا تھا۔

''لگتا ہے عبدالرافع کو روزہ لگ رہا ہے۔'' عنیشہ نے سب کا دھیان عبدالرافع کی جانب کیا خود وہ بھی سپاٹ چہرہ لیے اُسے دیکھنے لگا پھر گھور کر اُسے دیکھا۔

''ارے باپ رے... کیا زیادہ روزہ لگ رہا ہے جو ایسے خونخوار انداز میں دیکھ رہے ہو؟'' عنیشہ نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

''کیوں چھیڑ رہی ہو عنیشہ ہمارے عبدالرافع کو؟'' ثناء نے عبدالرافع کی بلائیں لیں۔

''اچھے سے لیں بھئی بلائیں کہیں کسی چڑیل کا سایہ تو نہیں پڑ گیا؟'' عنیشہ نے اپنے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اور ایک نظر عبدالرافع کو دیکھا۔

افطاری سے ۵ منٹ پہلے عفان بھی آگیا تھا۔سب لوگ ٹیبل پر آگئے اور رحمت بی بی کو بھی ساتھ بٹھایا تھا۔افطاری کرنے کے بعد مرد حضرات مسجد جانے کی تیاری میں لگ گئے، فریدہ اور ثناء اپنے اپنے کمروں میں جب کہ عنیشہ اور رافعہ جنت بی بی کو اُن کے کمرے میں لے گئیں جہاں نماز پڑھنے کے بعد دونوں چھت پر چاند دیکھنے چلی گئیں۔

''اف یہ چاند ہمیں کیوں نہیں دکھتا؟'' عبدالرافع نے ہاتھ سے بادلوں کو ہٹانے کی کوشش کی۔

’’بدھو بادل ہٹا ایسے رہی ہو جیسے سچی میں سامنے ہوں۔‘‘ رافعہ بھی چاند دیکھنے کی کوشش میں تھی۔

’’ہم بھی اب ٹیلی اسکوپ لے ہی لیں اُسی سے دیکھنے میں آسانی ہوگی ناں۔‘‘ رافعہ نے مشورہ دیا۔

’’پھر تو تمہیں اپنے جیسے ستارے بھی دکھ جائیں گے۔‘‘ عنیشہ نے رافعہ کو زبان چڑائی۔

’’کیا مطلب میرے جیسے ستارے...! میں کوئی ستارہ ہوں؟‘‘ رافعہ نے اپنے آپ کو دیکھا پھر آسمان کو۔

’’ہاں تم اوپر سے ہی تو آئی ہو ایلین کہیں کی۔‘‘ رافعہ اس بات پر منہ پھلا بیٹھی۔’’ڈرامے باز کہیں کی۔‘‘ عنیشہ کھکھلائی اور یک دم اُس کا موبائل بج اٹھا۔

’’چاند مبارک ہو عنیشہ۔‘‘کال ریسیو کرتے کے ساتھ ہی عفان بولا۔

’’کہاں مبارک...! یہاں تو دکھ ہی نہیں رہا مجھے۔‘‘ عنیشہ نے آنکھیں میچ کر دیکھا۔

’’کوشش کرو شاید میں دکھ جاؤں۔‘‘ عفان ہنسا۔

’’آئے ہائے میرے چھت پر ایک ستارہ یعنی ایلین پہلے سے ہی موجود ہے اب تم بھی چاند بن گئے؟‘‘

’’کس کا فون ہے آپی؟‘‘ رافعہ نے بولنا لازمی سمجھا۔

’’چلو تم چاند ڈھونڈو پھر چچی امی کا انتظار کرو اپنی۔‘‘ عفان نے قہقہ بلند کیا۔

’’کیا مطلب۔‘‘ عنیشہ جان کر انجان بن گئی۔

’’جان جاؤ گی۔‘‘ عفان نے اتنا ہی کہا اور فون بند کردیا۔

’’آپی آپی وہ دیکھیں ایک چھوٹی سی لکیر وہ چاند ہے ناں دیکھیں دیکھیں۔‘‘ رافعہ نے تقریباً عنیشہ کو جھنجھوڑ ہی ڈالا تھا۔وہ جو عفان کی بات میں کھوئی ہوئی تھی نظر اٹھا کر سامنے چاند کو دیکھا اور رافعہ کو وہیں چھوڑ کر نیچے جانے لگی۔نیچے فریدہ اور ثناء گلے لگ کر چاند کی مبارکبادیں وصول کررہی تھیں۔وہ انہیں دیکھ کر اپنی جگہ کھڑی رہی۔کچھ ہی دیر میں مرد حضرات بھی گھر آگئے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔لیکن عفان کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ثناء عنیشہ کے کمرے میں گئی اور اُسے فریدہ کی بات بتائی۔

’’امی اُنہیں منع کردیں۔‘‘ عنیشہ کھڑکی کے سامنے کھڑی آسمان کو تک رہی تھی۔

''پاگل ہوگئی ہو کیا؟ عفان کے لیے تمہارا رشتہ آنا کسی نعمت سے کم ہے کیا؟'' ثناء کا پارہ چڑھ گیا بیٹی کی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہا۔

''لیکن مجھے عفان سے شادی نہیں کرنی۔'' عنیشہ آسمان کو دیکھتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔

''کیوں نہیں کرنی اُس سے؟ بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے ہو، ایک ہی گھر کے بچے ہو پھر کیا مسئلہ ہے؟''

''بس آپ جا کر منع کردیں بلکہ عفان کے سامنے جا کر منع کریں۔'' عنیشہ اٹل فیصلہ لیے ہوئے تھی۔

''میں نے جاکر اپنی بے عزتی نہیں کروانی فریدہ سے۔'' ثناء تھک ہار کر چیئر پر بیٹھ گئیں۔اس کا انکار ثناء کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

''انہوں نے جو پوری زندگی میرے ساتھ کیا، کیا آپ چاہتی ہیں آگے بھی وہی ہو؟'' عنیشہ نے پلٹ کر ثناء کو دیکھا۔

''کیسی باتیں کررہی ہو تم؟ میں کچھ نہیں کہوں گی۔'' ثناء کو گھبراہٹ شروع ہوگئی تھی۔

''چچی امی نے آپ سے کہا ہے اب آپ باہر جائیں اور سب کو بتادیں عفان سمیت کہ میں نے منع کردیا ہے بس۔''

’’اب کہاں جارہی ہو... اور اگر عفان نہیں تو پھر کون‘ مجھ سے پوچھا جائے تو کیا کہوں گی‘کیا بہانہ تراشوں گی؟‘‘ ثناء عنیشہ کے پاس آکر کھڑی ہوگئی جو دروازے کی جانب جارہی تھی۔

’’لیکن میری یہ سمجھ نہیں آرہا کہ جب مجھے عفان سے شادی کرنی ہی نہیں ہے تو پھر کیوں مجھے راضی کرنا چاہ رہی ہیں؟‘‘ مٹھیاں بھینچتے ہوئے بھنویں اچکا کر عنیشہ نے کہا۔

’’تم کیا چاہتی ہو پہلے ہی میری اور تمہاری فریدہ چاچی سے مسئلے تھے اب وہ خود رشتہ لے کر آئی ہے میں جا کر منع کردوں تو گھر میں ہی عالمی جنگ چھڑ جائے گی۔مجھے تو بخشو، میں جارہی ہوں ہاں کرنے اب مجھ سے کوئی بحث نہیں کرنی آئی سمجھ۔‘‘ ثناء باہر چلی گئی اور سب کو خبر دے دی کہ عنیشہ اِس رشتے سے خوش ہے اور ابھی عفان کے ساتھ شاپنگ کرنے جائے گی، دوسری جانب عبدالرافع کو یہی امید تھی لیکن دل ٹوٹنا بس اُسی نے سہا۔

عید کی شاپنگ میں عفان کا چھیڑنا اور عنیشہ کا زبردستی مسکرانا عفان کا ساتھ دینا دل سے اُسے یہ سب برا لگ رہا تھا لیکن وہ کچھ کر نہیں پارہی تھی۔عید پہ بھی وہ بجھی بجھی سی تھی عبدالرافع جو ویسے ہی خاموش طبع کا تھا مزید خاموش ہوگیا۔

عید پہ سب کا آنا جانا لگا رہا سب کی مبارکبادیں وصول کی جا رہی تھیں۔

''خوش ہو؟'' رات کے وقت عبدالرافع کا پیغام عنیشہ کے موبائل پر موصول ہوا۔

''ہاں شاید۔'' عنیشہ نے آنسو ضبط کرکے جواب دیا۔

''چلو خوش رہو۔''

''کیوں اور کچھ نہیں کہنا؟'' عنیشہ چاہ رہی تھی کہ عبدالرافع کہے لیکن۔

''نہیں بس شب بخیر۔'' عبدالرافع نے پیغامات کا سلسلہ منقطع کردیا۔

...☆☆☆...

''کیا بات ہے چندا، تم فریدہ کے ساتھ شاپنگ پہ نہیں گئیں؟ پتا ہے ناں تمھاری چوائس اور اُس کی ذرا بھی میل نہیں کھاتی اب وہ جو لے آئے پھر تم نے ہی نقص نکالنے ہیں۔'' جنت بی بی نے عنیشہ کو ٹی وی میں محو دیکھ کر پوچھا۔

''وہ جو بھی لے آئیں پہن لوں گی مجھے مسئلہ نہیں۔'' عنیشہ نے قدرے بے زاری سے جواب دیا۔

''ہیں...! یہ تم کہہ رہی ہو... اللہ خیر کرے، اتنی تبدیلی آگئی؟ لگتا ہے کسی سیاست دان کا جلوہ یہاں بھی ہوگیا ہے بھئی۔'' جنت بی بی نے وہیں تخت سے بیٹھے بیٹھے بلائیں لینا شروع کردیں۔

’’اوہو دادو بس کریں اور کوئی بات نہیں ہے کیا جب دیکھو میری شادی میرا نکاح اِسی میں دن رات نکال لیتے ہیں آپ لوگ۔‘‘ عنیشہ جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

’’اے لڑکی... کیا ہوگیا ہے تجھے... تو کب سے چڑچڑی ہوگئی؟ ایک تو نکاح تمہاری ہی رضامندی سے ہورہا ہے اب نخرے کررہی ہو' فریدہ کا تو اثر نہیں ہوگیا؟‘‘ جنت بی بی نے پہلے سخت لہجے میں بات کی پھر انداز بدل لیا۔

’’اف بس بھی کریں۔‘‘ عنیشہ باہر کی جانب گئی اور جنت بی بی کو حیرت میں ڈال گئی۔

جہاں گھر بھر تیاریوں میں تھا وہیں عفان سے عنیشہ نے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ وجہ یہی بتائی کہ اب نکاح تک بات نہیں کریں گے تھوڑا فاصلہ ہونا ضروری ہے۔

’’تم عفان سے بات نہیں کررہیں سمجھ آتا ہے لیکن اماں سے بھی اچھے سے بات نہیں کررہی ہو اور فریدہ جو اتنی خریداری کرکے لائی ہے وہ بھی نہیں دیکھ رہیں کسی چیز میں دلچسپی نہیں دکھا رہیں تم کیوں؟‘‘

’’کمال ہے لوگ آپ سے میری شکایت لگا رہے ہیں... میں آپ کی شکایت کس سے لگاؤں؟‘‘ عنیشہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

’’یہ کس لہجے میں مجھ سے بات کررہی ہو تم؟‘‘

’ ’کیا کروں پھر میں؟ جب میں نے کہا تھا کہ مجھے عفان سے شادی نہیں کرنی آپ نے زبردستی ہاں کردی اب میرا لہجہ ایسا ہی رہے گا...“ عنیشہ نے وجہ بتائی۔

’ ’اف یہ لڑکی... عفان تمہارا بچپن سے دوست رہا ہے اور ایک دوسرے کو تم اچھے سے جانتے ہو حیرت ہے اُس کا رشتہ آنا تمہیں کیوں برا لگ رہا ہے کیوں شادی نہیں کرنا چاہتی ہو؟ ‘ ‘

’ ’صاف بات یہ ہے کہ مجھے عفان سے نہیں بلکہ عبدالرافع سے شادی کرنی ہے۔“ عنیشہ نے جیسے ہی کہا ثناء کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔کافی دیر تک بے .یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔

’ ’کیا...! عبدالرافع سے؟ وہ تو تم سے چھوٹا ہے، دماغ تو درست ہے ناں تمہارا؟ ‘ ‘

’ ’وہ کوئی پہلا نہیں ہے جو مجھ سے چھوٹا ہے اور ابھی لوگ ہیں جو اپنے سے بڑی عمر کی عورت سے شادی کرچکے ہیں۔“

’ ’لیکن زمانہ کیا کہے گا؟“ ہاتھ ملتی ہوئی ثناء نے کہا۔

’ ’مجھے زمانے سے زیادہ اپنی فکر ہے۔“

’’تمہارا نکاح ہے عیدالاضحیٰ پہ اور تم اب کسی اور سے شادی کا کہہ رہی ہو؟‘‘

’’میں اپنی بات کہہ چکی ہوں، اب آگے آپ کی مرضی اگر چاہتی ہیں کہ میں اپنا رویہ بدلوں تو جیسا کہا ہے وہ ہو ورنہ ایسا ہی رہے گا میرا رویہ سب سے۔‘‘

’’بہت ہی سر چڑھ گئی ہو تم۔‘‘ ہنکارا بھرتے ہوئے ثناء نے کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔عنیشہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

عید میں ایک ہفتہ باقی تھا سب گھر والے رحمت بی، عبدالرافع اور رافعہ سمیت سب جمع ہوئے تھے اور ہنسی مذاق ہورہا تھا۔

’’جنت بی بی، عیدالاضحیٰ کا اصل مقصد کیا ہے؟‘‘ عنیشہ نے سوال کیا۔

’’بیٹا... ایسے پوچھ رہی ہو جیسے تمہیں پتا ہی نہیں ناں۔‘‘ ہنسی میں جنت بی بی بات ٹال گئیں۔

’’پتا تو ہے پر آپ سے جاننا ہے۔‘‘

’’ہمم... بیٹا اصل مقصد تو قربانی ہے اور یہ جانوروں کی قربانی کی بات نہیں ہماری اپنی بات ہے یعنی ہمارا اپنا ایمان، ایثار ہم کیسے اللہ کی نعمت کی قربانی دیں کس طرح دیں۔اصل سبق یہی تھا ورنہ بتاؤ اگر ایک باپ واقعی اپنے اللہ کی بات

مان کر بیٹے کو قربان کر دیتا تو اب کیا حالات ہوتے؟ اللہ نے اپنے بندے کا امتحان لیا تھا، اُس بندے نے اپنے رب کی بات مانی لبیک کہا اور قربان کرنے چلا تھا، اللہ کو اُس کا یہ ایثار اتنا پسند آیا کہ بیٹے کے بجائے دنبہ رکھ دیا اور ایسے اُس کی قربانی ہوگئی۔"

''دادو، وہ حضرت ابراہیم تھے۔" عفان نے بات ختم ہونے کے بعد کہا۔

''عفان، دادو کو پتا ہو گا انہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔" عنیشہ نے ٹوکا۔

''یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم میرے بیٹے سے۔" فریدہ نے فوراً آستینیں چڑھائیں۔

''سوری چچی امی۔" عنیشہ نادم ہوئی۔

''لیکن بیٹا تم یہ بات کیوں پوچھ رہی ہو؟ ''

''دادو... اگر میں کہوں کہ میرے لیے بھی کوئی قربانی دے تو؟ ''

''کیا مطلب؟" فریدہ نے ثناء سے ہزاروں سوال کر ڈالے اور ثناء مجرم بنی بیٹھی رہیں تھیں۔

''میں صاف بات کرنا چاہتی ہوں، عفان تم بھی یہاں موجود ہو اور باقی سب گھر والے بھی۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتی، کیا کیوں کیسے پلیز مجھ سے نہ پوچھا جائے۔" عنیشہ یہ کہہ کر رکی نہیں فوراً بھاگ کر اوپر چلی گئی۔

عنیشہ کی بات پر ایک ہنگامہ سا مچ گیا تھا لیکن وہ خود چھت پر تھی۔نیچے عفان اور عبدالرافع یہ بات سن کر حیرت سے دوچار تھے۔

''یہ کیا کہہ کر گئی ہے تمہاری بیٹی؟'' فریدہ نے ثناء سے پوچھا جو اِس وقت سبکی محسوس کررہی تھی۔

''وہ اصل میں... عنیشہ نے مجھے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو' دیکھ لیا آپ نے بھائی صاحب... اماں آپ نے بھی سنا' بے عزتی ہی کروانی تھی ثناء تو پہلے ہی انکار کردیتیں اب کیوں؟''

''میں سمجھی تھی کہ وہ اِس رشتے سے خوش رہے گی اور اپنے ہی گھر میں رہے گی لیکن''...

''اب یہ بات چھوڑو، یہ بتاؤ کیا وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے؟'' جنت بی بی نے پوچھا۔

''جی اماں... وہ دراصل عبدالرافع سے شادی کرنا چاہتی ہے۔'' عفان نے مٹھیاں بھینچ کر عبدالرافع کو غصے کی نظر سے دیکھا لیکن عبدالرافع نے نظریں جھکا لیں۔

''میں نے سمجھایا تھا بہت لیکن آج یہ...'' رحمت بی کا بھی حیرت سے منہ کھل گیا۔گھر میں سب کے تاثرات الگ تھے۔فریدہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خوب جا کر عنیشہ کو سنائے لیکن عنیشہ کا میسج سامنے اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔

عبدالرافع نے عفان کو دیکھا اور پھر اٹھ کر چھت پر چلا گیا۔

...☆☆☆...

عنیشہ آنکھوں میں آنسو لائے بس چاند کو ہی تک رہی تھی۔ٹھنڈی ہواؤں سے عنیشہ کے بال لہرا رہے تھے۔وہ ہاتھ باندھے ایک کونے میں کھڑی تھی۔

عبدالرافع اس کے پاس آیا اور گلا کھنگار کر بولا۔

''مجھے حیرت ہورہی ہے تم پر۔'' بنا دیکھے عنیشہ نے کہا۔

''کیوں؟'' عبدالرافع کو سمجھ نہیں آیا۔

''کیا ایک دفعہ کہہ نہیں سکتے کہ تم مجھے پسند کرتے ہو؟'' عنیشہ نے پلٹ کر عبدالرافع کو کہا اور وہ شرمندہ سا نظریں جھکا گیا۔

''کرتا ہوں کرتا رہوں گا لیکن تم نے یہ غلط کیا ہے عنیشہ۔'' عبدالرافع نے نظریں جھکائے ہی جواب دیا۔

''بچپن میں جب تمہاری وجہ سے مجھے ڈانٹ پڑی تھی لیکن پھر تم نے مجھے مار سے بچایا لیکن پھر بھی ڈانٹ پڑی اُس کے بعد عفان تو مجھ سے دور ہو گیا لیکن

تم قریب ہوگئے۔تو کیا تمھیں یہ اندازہ نہیں ہوا کہ میں بھی تمھیں پسند کرسکتی ہوں۔" بھنویں اچکا کر ہاتھ باندھ کر عنیشہ نے کہا۔عبدالرافع نے گہری سانس لی۔

''لیکن تم نے توعفان کو کہا تھا شادی کے لیے۔"

''صرف شادی کے لیے کہا تھا یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں اُس سے محبت کرتی ہوں، وہ معافی مانگ رہا تھا میں نے اسے معاف کرنے کے لیے یہ بات رکھی تھی اور تم نے کیا کیا؟ ہماری باتیں سنیں دیوار کی اوٹ سے؟''

''یعنی تم جانتی تھیں کہ میں وہاں کھڑا ہوں۔" عبدالرافع کو اندازہ تھا لیکن پکا یقین نہیں تھا۔

''ہاں اور جب اُس دن کوریڈور میں بیٹھے ہوئے مجھے میسج کررہے تھے یہ نہ ہوا کہ خود آکر مجھ سے بات کرتے؟" عبدالرافع کو سمجھ نہیں آیا وہ اب کیا کہے۔

''کیوں کیا ایسا؟" عنیشہ نے غصے سے پوچھا۔

''مجھے نہیں پتا تھا یہ سب کرکے تم یوں پسندیدگی کا اظہار کروگی۔" عبدالرافع نے شوخ ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟" عنیشہ نے حیرت سے پوچھا۔

''پسند تو تم بھی مجھے نہیں تھیں لیکن دل ہے ناں تم پر ہی آگیا۔اب تم مجھ سے بڑی بھی ہو اور رعب بھی ڈالنے والی۔خیر اب تو تم بھی جھک ہی گئیں اور کچھ حد تک اظہار بھی کر ہی گئی ہو تو مجھے نہیں لگتا اب مجھے اور کچھ کہنا چاہئے سمجھ تو تم بھی گئی ہو گی ناں۔'' عبدالرافع عنیشہ کو اب چھیڑ رہا تھا۔

''مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا اور تم سمجھا بھی نہیں رہے ہو تو کیا کروں؟'' عنیشہ نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

''اب اتنا ہنگامہ کروا کر تم بچ سکتی ہو اپنی چہیتی چچی امی سے؟''

''پتا نہیں لیکن میں خاموش کب تک رہتی؟''

''جیسے میں خاموش تھا تم بھی رہ لیتیں۔'' عبدالرافع کو کچھ نہ سوجھا تو یہی کہہ دیا۔

''خیر نیچے دادو سنبھال لیں گی ناں ہماری بات لیکن ڈر بھی لگ رہا ہے تھوڑا سا۔'' عبدالرافع نے عنیشہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کے بے حد قریب آگیا۔عنیشہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ گئیں۔

''اچھا چھوڑو اب جانے دو۔'' عنیشہ نے ہاتھ چھڑانا چاہا اور عبدالرافع کو دور کیا۔

''ایسے دھکیلو گی یاد ہے ناں ساتھ گر پڑیں گے اور اب تو ساتھ گرنے میں اور بھی مزہ آئے گا۔'' عبدالرافع کی ذومعنی باتیں اور شوخ انداز دیکھ کر عنیشہ نے سچ مچ دھکیلا اور بھاگتی ہوئی نیچے جانے لگی۔

''لوگوں کی عید چاند دیکھ کر ہوتی ہے، میری عید تو اب تم سے ہی ہو گی... اُف تم نے تو مجھے اِس قربانی والی عید میں ہی قربان کرنے کا ارادہ کیا تھا شاید؟ اب اللہ ہی خیر کرے میری۔'' عبدالرافع نے مسکراتے ہوئے کہا عنیشہ نے پلٹ کر اُسے دیکھا اور شرمگیں مسکراہٹ لبوں پر سجائی اور نیچے چلی گئی۔

نیچے ہنگامہ تو ہورہا تھا لیکن بات سنبھالنے والے بڑے ہی تھے سو بات سنبھل گئی اور عنیشہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''تم نے اچھا نہیں کیا۔'' عفان اُس کے کمرے میں آیا تو عنیشہ چونکی۔

''میں نے سوچ سمجھ کر کیا جو بھی کیا ہے۔''

''میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟'' عفان نے طیش میں آکر پوچھا۔

''میں نے بس یہ کہا تھا اپنی امی سے کہنا کہ تم شادی کرنا چاہتے ہو، یہ نہیں کہا تھا کہ میں شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' عنیشہ نے کہا تو واقعی ایسا ہی کہا تھا۔

''لیکن عنیشہ...'' عفان نے عنیشہ کا بازو زور سے جکڑا ہوا تھا۔

باہر فریدہ بھی جلے پیر بلی کی طرح چکر کاٹ رہی تھی اور غصے میں تھی لیکن دوسری طرف رحمت بی بی، جنت بی گھر کے مکین خوشیاں منا رہے تھے۔

''مجھے مزید کوئی بات نہیں کرنی، جب میں پسند ہی نہیں کرتی تمہیں تو کیسے پوری زندگی سمجھوتے کی گزارتی؟ ہاں میرا طریقہ شاید غلط ہوگا لیکن میں بھی کیا کرتی؟ مجھے جو سمجھ آیا جیسے آیا کرلیا۔اب تم جاؤ یہاں سے۔'' تیکھی نظروں سے عنیشہ نے عفان کو دوبدو کہا جس پہ عفان نے اُسے چھوڑ دیا۔

''ایسے کیسے چلا جاؤں؟ میری منگ ہو تم اور میرے ہوتے ہوئے تم کسی اور کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟ ہمارا نکاح ہے اگلے ہفتے عنیشہ... ایسے تو ذلیل نہ کرو مجھے اور میرے پیار کو۔''

''پیار...! کون سا پیار؟ وہ پیار جو چچی امی کے کہنے سے میرا ساتھ چھوڑا' وہ تھا پیار' جانتے ہو میں نے قربانی کی بات کیوں کی تھی؟ قربانی کا اصل مقصد تھا ہماری آزمائش اور صبر اور اُس کا پھل... تمہاری کیا آزمائش تھی؟ تم نے مجھے چھوڑا تھا پیار کون سا تھا یہ بتادو' میں نے کبھی تم سے اظہار نہیں کیا کہ پیار کرتی ہوں یا پسند' بس یہی کہا تھا ناں کہ چچی امی سے کہو رشتہ لائیں۔'' عفان نے بھنویں اُچکا کر عنیشہ کو دیکھا۔

’’قربانی ہر رشتہ مانگتا ہے، صبر مانگتا ہے، میں نے بچپن کے واقعات کے بعد صبر کیا، میری آزمائش جو لکھی تھی اُس وقت، میرا ساتھ جس نے دیا میں اُسی کا ہی ہاتھ تھاموں گی نہ کہ اُس کا جس نے ساتھ چھوڑا۔‘‘ عنیشہ کے آنسو جھلک پڑے۔

’’عنیشہ تم میرا دل کیسے توڑ سکتی ہو؟‘‘ عفان نے گلوگیر آواز میں کہا۔

’’میں نے کب توڑا دل... ارے جس کا دل تمہاری ہی وجہ سے ٹوٹا تھا وہ بھلاں کیا تمہارا دل توڑے گی؟‘‘ ہنکارا بھرتے ہوئے عنیشہ نے کہا۔

’’عنی‘‘ ...

’’پلیز عفان، اب جاؤ، مجھے اکیلا چھوڑ دو اور جو فیصلہ میں نے کیا ہے مجھے اُس میں ہی خوش رہنے دو، میں سمجھوتے کا رشتہ نہیں نبھا سکتی نہ ہی تم سے نفرت جتا جتا کر زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔‘‘ عنیشہ نے لمبی سانس خارج کی اور عفان پیر پٹختے ہوئے چلا گیا۔

ایک ہفتے بعد جو نکاح اُس کا عفان سے ہونا تھا اب عبدالرافع سے ہوگا یہ بات جان کر اُس کی جان میں جان آگئی لیکن ساتھ ہی اُسے اپنی اِس حرکت پہ سب سے معافی مانگنی تھی خاص کر چچی امی سے جو بھی تھا سب سے زیادہ برا عفان اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

فریدہ کو ہی لگا جس کے لیے عنیشہ خود کو ذہنی طور پر تیار کرچکی تھی وہ معافی مانگنے اور سب کو منانے میں لگ گئی۔

اب اِس عیدالاضحیٰ پہ عنیشہ کا نکاح ہے' اِس عید پہ چاند رات تو نہیں ہوتی مگر پھر بھی اُس کے نصیب کا چاند مل رہا ہے۔اُس کی خوشیوں میں ساتھ رہئیے گا' بھولیے گا نہیں۔

اختتام